655

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،22۔نومبر 2005

1۔ تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

2۔ سوالات (محکمہ جات سماجی بہبود و بیت المال اور آبکاری و محصولات)

(i) نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(ii) نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

3۔ مفاد عامہ سے متعلق قرار دادیں

4۔ عام بحث

(مفاد عامہ کے موضوعات پر بحث کے لئے اراکین اسمبلی کی طرف سے تحاریک)

657

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا تئیسواں اجلاس

منگل 22-نومبر 2005

(یوم الثلاثہ، 19-شوال المکرم 1426ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 28 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِo

خَلَقَ ٱلۡإِنسَٰنَ مِن صَلۡصَٰلٖ كَٱلۡفَخَّارِo وَخَلَقَ ٱلۡجَآنَّ مِن مَّارِجٖ مِّن نَّارٖo فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِo رَبُّ ٱلۡمَشۡرِقَيۡنِ وَرَبُّ ٱلۡمَغۡرِبَيۡنِo فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِo مَرَجَ ٱلۡبَحۡرَيۡنِ يَلۡتَقِيَانِo بَيۡنَهُمَا بَرۡزَخٞ لَّا يَبۡغِيَانِo فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِo يَخۡرُجُ مِنۡهُمَا ٱللُّؤۡلُؤُ وَٱلۡمَرۡجَانُo فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِo وَلَهُ ٱلۡجَوَارِ ٱلۡمُنشَـَٔاتُ فِي ٱلۡبَحۡرِ كَٱلۡأَعۡلَٰمِo فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِo كُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٖo وَيَبۡقَىٰ وَجۡهُ رَبِّكَ ذُو ٱلۡجَلَٰلِ وَٱلۡإِكۡرَامِo

سُوۡرَۃُ الرَّحمٰن آیات 14 تا 27

اسی نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے بنایاo اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیاo تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ وہی دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک (ہے)o تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟o اسی نے دو دریا رواں کئے جو آپس میں ملتے ہیں o دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اس سے) تجاوز نہیں کر سکتے o تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ o دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں o تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ o اور جہاز بھی اسی کے ہیں جو دریا میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے ہوتے ہیںo تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟o جو (مخلوق) زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہےo اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات (بابرکات) جو صاحب جلال وعظمت ہے باقی رہے گیo

وماعلینا الاالبلاغo

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔آج کے ایجنڈا پر محکمہ سماجی بہبود و بیت المال و آب کاری و محصولات کے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔

تعزیت

محترمہ شہلا راٹھور ایم۔پی۔اے کے والد (مرحوم)

کے ایصال ثواب کے لئے دعائے مغفرت

وزیر برائے چیف منسٹر انسپکشن ٹیم و ایمپلیمنٹیشن و کوآرڈینیشن: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر برائے چیف منسٹر انسپکشن ٹیم و ایمپلیمنٹیشن و کوآرڈینیشن: جناب سپیکر! محترمہ شہلا راٹھور کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے لہٰذا ان کے ایصال ثواب کے لئے دعا کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ ان کے لئے ہاؤس میں دعا پہلے ہی ہو چکی ہے لیکن آج وہ تشریف لائی ہیں لہٰذا دعا کر لی جائے۔

جناب سپیکر: دعا کی جائے۔

(اس مرحلہ پر محترمہ شہلا راٹھور کے والد (مرحوم) کے لئے دعائے مغفرت کی گئی)

سوالات

(محکمہ جات سماجی بہبود و بیت المال اور آبکاری و محصولات)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: جی پہلا سوال محترمہ کنول نسیم صاحبہ کا ہے۔

DR. SYED WASEEM AKHTAR: On her behalf question No.3224.

(معزز رکن نے محترمہ کنول نسیم کے ایماء پر طبع شدہ سوال نمبر 3224 دریافت کیا)

مستحق خواتین کی پلاسٹک سرجری کے لئے بیت المال سے امداد کی تفصیل

*3224: محترمہ کنول نسیم: کیا وزیر بیت المال ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

سال 03-2002 کے دوران تشدد کا شکار غریب خواتین کی پلاسٹک سرجری کے لئے پنجاب بیت المال سے کتنی خواتین کا علاج کروایا گیا، تفصیل سے آگاہ کیا جائے۔

وزیر بیت المال:

سال03-2002 کے دوران تشدد کا شکار کسی خاتون نے پلاسٹک سرجری کے لئے بیت المال سے امداد حاصل نہیں کی، تاہم ملتان اور پاکپتن کے اضلاع سے تعلق رکھنے والی دو خواتین کے کیس زیر کارروائی ہیں۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش ہے کہ جن خواتین کا حوالہ دیا گیا ہے کہ مختلف تشدد کی وجہ سے اور بالعموم جو تیزاب پھینکا جاتا ہے اس سے چہرہ مسخ ہو جاتا ہے اس سے کسی خاتون کی پوری زندگی تباہ ہو جاتی ہے ایسے بیشتر واقعات غریبوں کے ساتھ ہی ہوتے ہیں۔ اس میں جو جواب آیا ہے وہ03-2002 کے دوران صرف دو کیس process ہو رہے ہیں۔ علاج تو فوری طور پر درکار ہوتا ہے اور طریق کار اتنے لمبے ہو جاتے ہیں کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ملتا۔ اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ بیت المال کے پاس اس قسم کے کیسز کے لئے کتنی allocations ہیں اور دوسرا یہ کہ اس قسم کے کیسز کو مکمل کر کے امداد پہنچانے تک کتنے دن کا time limit انہوں نے مقرر کیا ہے؟

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، وزیر بیت المال!

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! اس میں ہمارے پاس دو کیسز ایک پاکپتن سے شاہینہ اختر اور دوسرا ملتان سے زبیدہ خانم کے تھے۔ ان کو بیس بیس ہزار روپیہ دے دیا گیا تھا۔ اس process کا مطلب یہ تھا کہ یہ جواب 2003-12-8 کو آیا تھا۔ ہم نے ایسے کیسز کے لئے بڑا short process رکھا ہوا ہے۔ ہمارے ہر تحصیل ہیڈ کوارٹر اور ضلعی ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں Patient Welfare Societies ہیں ان سوسائٹیز میں اگر کوئی مریض ایمرجنسی میں چلا جاتا ہے تو process سے پہلے ہی اس کا علاج شروع کر دیتے ہیں، بعد میں process مکمل ہوتا رہتا ہے۔

جناب سپیکر: ان کا سوال یہ ہے کہ اس process میں کتنا وقت لگتا ہے؟

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! یہ ایک دو ہفتے میں مکمل ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! اس کام کے لئے بیت المال کو کتنی allocations دی گئی ہیں؟

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! ہمارے ٹوٹل بجٹ کا آٹھ فیصد میڈیکل گرانٹ میں رکھا جاتا ہے اور اس میں سے ہم نے سپیشل طور پر وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت پر تین فیصد allocation صرف ان خواتین کے لئے رکھا ہوا ہے جو burn ہو جاتی ہیں۔ ہر ڈسٹرکٹ کا علیٰحدہ علیٰحدہ بجٹ آبادی کے حساب سے ہوتا ہے۔

جناب تنویر اشرف کائرہ: جناب سپیکر! وزیر موصوف نے فرمایا کہ 03-2002 کے دوران سوائے دو خواتین کے امداد کے لئے کسی نے apply نہیں کیا، کسی نے وہاں سے امداد حاصل نہیں کی تو میرا سوال یہ ہے کہ کتنی خواتین نے درخواستیں دی تھیں، یہ دو کا تو انہوں نے process کر دیا لیکن کتنی خواتین نے امداد کے لئے درخواستیں دی تھیں جو کہ turn down کی گئیں یا انہیں امداد نہیں دی گئی؟

جناب سپیکر: وزیر بیت المال صاحب! ان کا سوال یہ ہے کہ ان درخواستوں کے علاوہ بھی کوئی درخواست آئی ہے؟

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! یہ fresh question ہے کیونکہ پہلے اس سوال میں یہ نہیں پوچھا گیا، اگر یہ کہیں گے تو میں انہیں بعد میں بتا دوں گا۔ یہ fresh question کر لیں کہ ٹوٹل کتنی تھیں۔ پوچھا یہ گیا تھا کہ کتنی عورتوں کا علاج کروایا گیا تو دو کی تفصیل ہم نے بتا دی ہے۔

جناب تنویر اشرف کائرہ: جناب سپیکر! fresh question تو نہیں بنتا کیونکہ یہ related question ہے اور بالکل وہی سوال میں پوچھ رہا ہوں کہ کتنی درخواستیں آئی تھیں؟ کم از کم انہیں تیاری کر کے آنا چاہئے تھا کہ ضمنی سوال اس سے related ہی آئیں گے اور اسی سے related سوال ہے یہ کوئی irrelevant نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر بیت المال!

وزیر بیت المال: جناب سپیکر! ہمارے پاس دو ہی درخواستیں آئی تھیں جن کے بارے میں پہلے میں گزارش کر چکا ہوں کہ ملتان اور پاکپتن سے اس کے علاوہ اس duration میں ہمارے پاس ان cases کی کوئی درخواست نہیں آئی۔

جناب سپیکر: اگلا سوال جناب محمد وقاص صاحب کا ہے۔ جی!

جناب محمد وقاص: میرے سوال کا نمبر 3467 ہے اور جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

شراب فروخت کرنے والے ہوٹلوں کی تعداد
اور فروخت کے سلسلے میں احتیاطی اقدامات

*3467: جناب محمد وقاص: کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبے بھر میں 10 عدد فور یا فائیو سٹار ہوٹلوں کو شراب فروخت کرنے کی اجازت ہے؟

(ب) ایسے کونسے اقدامات کئے گئے ہیں کہ شراب صرف غیر مسلموں کو فروخت کی جائے؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف) یہ درست نہ ہے۔ صوبہ بھر میں 11 عدد فور سٹار یا فائیو سٹار ہوٹلوں کو شراب فروخت کرنے کی اجازت ہے جو کہ Punjab Prohibition (Enforcement of Hadd) Rules1979 کے تحت دی گئی ہے۔

(ب) Punjab Prohibition (Enforcement of Hadd) Rules 1979 کے تحت صرف غیر مسلموں کو ہی شراب کے پرمٹ جاری کئے جاتے ہیں اور ہوٹل سے شراب خریدتے وقت پرمٹ اور شناختی کارڈ دکھانا لازمی ہے۔ مزید برآں حکومت کی طرف سے متعلقہ افسران کو وقتاً فوقتاً ہدایات جاری کی جاتی ہیں کہ شراب خریدنے کے پرمٹ جاری کرتے وقت غیر مسلموں کے شناختی کارڈ اور ان کے غیر مسلم ہونے کی اچھی طرح تصدیق کر لی جائے۔

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ تمام آسمانی مذاہب مثلاً یہود، نصاریٰ اور مسلمان تینوں کے ہاں شراب حرام ہے تو پہلے میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ پھر غیر مسلم کی definition کیا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ اسلام میں شرعی طور پر شراب بنانا، شراب فروخت کرنا اور شراب پینا تینوں حرام ہیں چنانچہ یہاں پر تو صرف یہ condition لگائی گئی ہے کہ کوئی مسلمان شراب خرید نہیں سکتا تو میں ان سے یہ سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا شراب بنانے والے

اور فروخت کرنے والے بھی غیر مسلم ہیں اور خریدنے والے تو ظاہر ہے کہ وہ غیر مسلم ہوں گے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر آبکاری و محصولات!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ ممبر موصوف کو سوال پر غور کرنا چاہئے کہ سوال کا حصہ (الف) یہ ہے کہ "کیا یہ درست ہے کہ صوبہ بھر میں 10 عدد فور سٹار یا فائیو سٹار ہوٹلوں کو شراب فروخت کرنے کی اجازت ہے؟" دوسرے حصے میں سوال کیا گیا ہے کہ "ایسے کون سے اقدامات کئے گئے ہیں کہ شراب صرف غیر مسلموں کو فروخت کی جائے؟" بات یہیں تک محدود ہے اور اس حد تک ضمنی سوال۔۔۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! انہوں نے ضمنی سوال کیا ہے اور یہ ہو سکتا ہے کیونکہ سوال کا جواب تو محکمہ کی طرف سے آ گیا لیکن ضمنی سوال تو وہ کر سکتے ہیں ناں؟

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! جہاں تک شراب کی فروخت، شراب کا بنانا، اس کا غیر مسلموں کو دینا حدود آرڈیننس کے تحت ہوتا ہے اور یہ وفاقی حکومت کا قانون ہے جس پر ہم عمل کر رہے ہیں اور اس کے اندر غیر مسلموں پر کوئی قانونی پابندی نہیں ہے کہ وہ ضرور شراب پیئیں۔ ایک انہیں سہولت دی گئی ہے کہ اگر وہ خریدنا چاہتے ہیں یا لینا چاہتے ہیں اور ان کا مذہب انہیں اجازت دیتا ہے تو وہ ضرور لیں اور یہ صرف اور صرف غیر مسلموں کے لئے محدود ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: شکریہ۔ جناب سپیکر! دو تین سیشن پیچھے یہاں پر ہمارے کرسچئن دوست بیٹھے ہیں یہ بائبل لے کر آئے تھے اور انہوں نے بائبل پر ہاتھ کھڑا کر کے یہ دکھایا تھا کہ عیسائیت میں بھی شراب حرام ہے اور اس پر وزیر موصوف اس وقت کوئی واضح جواب نہیں دے سکے تھے جب اسلام میں شراب ویسے ہی حرام ہے اور Constitution کے مطابق ہم کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہیں بنا سکتے تو یہ کہتے ہیں کہ شراب غیر مسلموں کے لئے ہے تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جب عیسائیت میں بھی شراب حرام ہے، مسلمانوں میں بھی شراب حرام ہے اور یہودی یہاں پر رہتے نہیں ہیں تو یہ کن کو شراب دینا چاہتے ہیں، اگر شراب سارے مذاہب میں حرام ہے تو کیا حکومت پنجاب بنائے جانے والے پرمٹوں کو ختم کرنے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر آبکاری و محصولات!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! میں بائبل کا ماہر ہوں اور نہ ہی یہاں پر ہمارے جتنے بھی مسیحی بھائی آئے ہیں وہ بائبل پر اتھارٹی ہیں۔ یہ ایک ایسا وسیع موضوع ہے جس پر مرکزی سطح پر کام ہونا چاہئے اور اگر اس قانون کے اندر ترمیم آ جاتی ہے اور جو بھی فیصلہ ہو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ جہاں تک بات قرآن و سنت کی ہو رہی ہے تو قانون کے جتنے بھی ذرائع ہیں اس میں سر فہرست قرآن و سنت ہے لیکن اس کا بھی ایک طریق کار ہے کہ یہاں پر بل move ہوتا ہے، اس کے بعد اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ آتی ہے، اس کے بعد مزید سفارشات لی جاتی ہیں پھر سٹینڈنگ کمیٹی کا اجلاس ہوتا ہے اور پورے process کے بعد اس کے اندر ترمیم ہوتی ہے اگر ہم اس کو حل کرنا چاہتے ہیں اور واقعی serious ہیں تو صرف بیان بازی کرنے سے اور اخبارات کو خبریں دینے سے تو بات نہیں بنے گی بلکہ اس کے لئے procedure adopt کریں تو حکومت ہر طرح سے ان کے ساتھ تعاون کے لئے تیار ہو گی۔

جناب محمد وقاص: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، وقاص صاحب!

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! اس سوال کے جز (ب) میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ Punjab Prohibition (Enforcement of Hadd) Rules, 1979 گویا یہ پنجاب کا قانون ہے۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں اور clear کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ clear نہیں ہے تو پھر ہم بل کے ذریعے اسے clear کریں گے تو وہ یہ ہے کہ شریعت میں شراب بنانا، بیچنا اور پینا حرام ہے۔ غیر مسلم بنا سکتے ہیں، غیر مسلم فروخت کر سکتے ہیں اور غیر مسلم پی سکتے ہیں تو یہ جن 10 ہوٹلوں کو پرمٹ دیا گیا ہے کیا یہ غیر مسلموں کے ہوٹل ہیں یا مسلمانوں کے ہیں، کیا وہ فروخت کرنے والے مسلمان ہیں یا غیر مسلم ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر آبکاری و محصولات!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! یہاں پر دو مسئلوں کو آپس میں گڈمڈ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ایک شرعی بات ہے جو وہ کہہ رہے ہیں کہ ٹھیک ہے۔ دیکھیں، دوسری بات ہے کہ قانون جس پر عمل ہو رہا ہے اور ہم سب کو پتا ہے کہ جھوٹ نہیں بولنا، بے ایمانی نہیں کرنی، کرپشن نہیں

کرنی، ہزاروں باتوں کا علم ہے لیکن اس کے باوجود تمام چیزیں چل رہی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جو اس وقت مروجہ قانون پر عمل ہو رہا ہے اب اس کے اندر ترمیم لانی ہے تو میں یہ کہنے کے لئے تیار ہوں کہ جتنے وہ مسلمانی کے دعویدار ہیں اتنا میں بھی ہوں۔ آپ کام شروع کریں اور اس پر جو بھی آپ چاہتے ہیں وہ کریں گے۔ پاکستان ایک اسلامی ملک ضرور ہے لیکن یہاں پر بسنے والے اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ اور ان کے rights دینا بھی ہمارا فرض بنتا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ فلسفہ ہم ان سے بہتر جانتے ہیں اور یہ قانون جو ہمیں سکھا رہے ہیں یہ بھی ہم سب کچھ جانتے ہیں۔ یہ ضمنی سوال کا جواب دیں۔ یہ ہمیں تقریر کر کے نہ دکھائیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! ان کا سوال یہ ہے کہ فائیو سٹار ہوٹلوں کے مالک مسلمان ہیں یا غیر مسلم ہیں۔

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! یہ پرائیویٹ لمٹیڈ کمپنیز ہیں، یہ پبلک لمٹیڈ کمپنیز ہیں جنہیں قانون کے مطابق ہم نے پرمٹ جاری کئے ہیں اور کسی فرد کو جاری نہیں کیا جیسے "مری بروری" ہے، کسی فرد واحد کو نہیں دیا بلکہ ایک کمپنی کو دیا ہے اور وہ مسلمان بھی ہو سکتا ہے اور غیر مسلم بھی ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! کمپنی کے ڈائریکٹر وغیرہ مسلمان ہیں یا کسی دوسری قوم سے ہیں؟

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! وہ مسلمان بھی ہو سکتے ہیں اور غیر مسلم بھی ہو سکتے ہیں اور میں تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ جو اس وقت قانون ہے ہم اس پر عمل کر رہے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ فرمیں مسلمانوں کی ہیں یا غیر مسلم کی ہیں؟ یہ خود انہوں نے اس سوال میں تسلیم کیا ہے کہ یہ پرمٹ ہم غیر مسلموں کو جاری کرتے ہیں اور اب یہ floor پر کہہ رہے ہیں کہ یہ فرمیں مسلمانوں کی بھی ہیں اور غیر مسلم کی بھی۔ ہمارا سوال یہ تھا کہ یہ لوگوں کو بتادیں کہ جن فرموں کو یہ پرمٹ جاری کئے گئے ہیں وہ پاکستانی فرمیں ہیں، مسلمانوں کی فرمیں ہیں، کتنی فرموں کو انہوں نے پرمٹ جاری کیا ہے اور وہ کون سی فرمیں ہیں۔ ذرا بتائیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر آبکاری و محصولات!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! فرم نہ مسلمان کی ہوتی ہے اور نہ غیر مسلم کی ہوتی ہے۔ اس کے مالکان اور شیئر ہولڈرز کے اندر وہ مسلم / غیر مسلم ہو سکتے ہیں لیکن بات یہ ہے کہ ultimately

وہ شراب کن کو دی جاتی ہے۔یہاں پر بسنے والے غیر مسلم جو ہیں ہمارے پاکستانی بھائی ہیں ہم ان کو شراب دیتے ہیں،اس کے لئے ہم یہ PR.1 جاری کرتے ہیں جس میں واضح طور پر اس کا نام، باپ کا نام، شناختی کارڈ religion, address, profession اور تمام تفاصیل لی جاتی ہیں یہ جو دوسرا پرمٹ ہے وہ غیر ملکی جو باہر سے آتے ہیں اور غیر مسلم ہوتے ہیں ہم ان کو جاری کرتے ہیں اس میں بھی تمام تفاصیل کا اندراج ہے۔جہاں تک consumption کی بات ہے وہ پرمٹ صرف اور صرف غیر مسلم کو جاری ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔حاجی محمد اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پرمٹ ہولڈرز کی تعداد کیا ہے اور کتنے فیصد پرمٹ ہولڈرز اپنا کوٹا لیتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی،وزیر آبکاری و محصولات!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر!اس کے لئے انہیں fresh question دینا چاہئے لیکن میں اس کے بارے میں بتاتا ہوں کہ یہ فوٹو کاپی جو مجھے اس میں سے دی گئی ہے میں خود اس سے مطمئن نہیں ہوں لیکن اس کے مطابق جو میں عرض کر سکتا ہوں کہ ٹوٹل نمبر PR-1 and PR2 وہ 11763 ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! کتنے فیصد لوگ اس میں سے اپنا کوٹا لیتے ہیں؟

وزیر آبکاری و محصولات: میرے پاس اس کی تفصیل نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔جی، وقاص صاحب!

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر!اگر آپ اجازت دیں تو میں اس سلسلے میں قرآن پاک کی صرف وہ آیت پڑھ کر اس کا ترجمہ کرنا چاہتا ہوں اور شراب کے حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث ہے۔۔۔

جناب سپیکر: پلیز!ضمنی سوال کریں، بعد میں آپ منسٹر صاحب سے مل کر یہ بات کر لیں۔

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ معاملہ اتنا sensitive ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے برتن بھی تڑوا دیئے تھے اور اس کے مٹکے بھی تڑوا دیئے تھے تو صرف consumption کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ فروخت کرنے والا اور بنانے والا بالکل اسی طرح

involveہے جس طرح پینے والا ہے لہذا اس پر ان کاclear visionہونا چاہئے، یہ مجھے اس کا جواب دیں۔

جناب سپیکر: جواب تو وہ پہلے دے چکے ہیں۔ جی، ڈاکٹر وسیم صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ابھی وزیر موصوف نے یہ بات تسلیم کی ہے الحمدللہ بڑی خوشی کی بات ہے انہیں اس کا ادراک بھی ہے اور انہوں نے اظہار کیا ہے کہ جتنی شریعت یہ جانتے ہیں اتنی میں بھی جانتا ہوں۔ اس میں کوئی دو راہیں نہیں ہیں، ماشاء اللہ شفیق صاحب ایک باعمل اور باشرع مسلمان ہیں انہوں نے اس بات کوadmitکیا ہے کہ یہ غلط معاملہ ہے اور انہوں نے ہمیںofferدی ہے کہ اگر آپ اس حوالے سے کوئی قانون سازی یا بل لے آئیں تو ہم تعاون کے لئے تیار ہیں۔ میں ان سے صرف یہی یقین دہانی چاہتا ہوں کہ یا تو یہ خود بل لے آئیں یا جس طرح انہوں نے admitکیا ہے ہم بل لے آتے ہیں تو یہ اس میں تعاون کریں، کمیٹی کوreferکریں اور وہاں اگر کمیٹی اس کو منسوخ کرتی ہے تو اس میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے اگر یہ اس بات کیcommitment دیتے ہیں تو پھر ہم مزید ضمنی سوال نہیں کرتے، ہم بل لے کر آجاتے ہیں یا پھر یہ لے آئیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر آبکاری و محصولات!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! یہ تو اب ہمارے دوست اس سے لذت کشی کرنا چاہتے ہیں۔ یہ خود جانتے ہیں کہ قانون سازی کیسے ہوتی ہے؟ اس کا ایکprocedureہے، یہ بل لائیں گے اور وہ سٹینڈنگ کمیٹی کو جائے گا پھر اس کے بعد سارا follow procedureہو گا اور جو اس پر عمل ہو گا وہ کریں گے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔ انہوں نے یہ بات ارشاد فرمائی کہ یہ بل لے آئیں ہم سٹینڈنگ کمیٹی کوreferکر دیں گے۔ ہم اسی کے اوپرdoneکرتے ہیں اور انشاء اللہ بل لے آئیں گے اور یہ سٹینڈنگ کمیٹی کوreferہو جائے وہاں پر ہم مزید بات کر کے معاملے کو آگے چلائیں گے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر آبکاری و محصولات!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! جو بھی قانون سازی کا طریقہ ہے یہ اس کوadoptکریں اور وہ prescribedہے اس میں کوئی چیز مبہم نہیں ہے، تمام چیزیں واضح طور پر لکھی ہوئی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! یہ بار بار بیان بدل رہے ہیں۔ پہلے انہوں نے کہا کہ آپ بل لے آئیں ہم تعاون کریں گے، پھر انہوں نے کہا کہ سٹینڈنگ کمیٹی کے پاس تو ہم نے کہا بالکل اور اب جب آپ نے ان سے پوچھا تو پھر یہ آئیں بائیں شائیں کر رہے ہیں۔ اس میں میری التماس ہے کہ یہ بل ہم لے آتے ہیں۔ سٹینڈنگ کمیٹی کو یہ refer کریں وہاں اس پر مکمل بحث ہو اور جس طرح یہ کہہ رہے ہیں یہ ہمارے ساتھ تعاون کریں تاکہ یہ لعنت ختم ہو۔ یہ کہاں کا اصول ہے، اگر پانچ من دودھ میں ایک قطرہ بھی پیشاب کا چلا جائے تو وہ سارے کا سارا حرام ہو جاتا ہے۔ اسی طرح چند ٹکوں کی خاطر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اندر یہ ایک حرام چیز چل رہی ہے اور ابھی اتنا بڑا زلزلہ اور تباہی آئی ہے اس پر بھی اگر ہمارے کان کھڑے نہیں ہوتے اور ہم اللہ کی حدود کی پامالی کرتے ہیں تو اس کے اوپر میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ ہمیں سوچنا چاہئے اور اپنی حالت کے اوپر غور کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ سماں صاحب!

چودھری اعجاز احمد سماں: جناب محمد وقاص! براہ مہربانی یہ بیان فرما دیں کہ اسلام میں شراب کن حالات میں بند ہوئی؟

جناب سپیکر: آپ نے وقاص صاحب پر سوال کیا ہے؟

چودھری اعجاز احمد سماں: دوسری بات یہ ہے کہ میں جسٹس ریٹائرڈ جاوید اقبال اور ڈاکٹر اسرار کی باتیں سن رہا تھا تو میرے علم میں یہ بات آئی تھی کہ جسٹس جاوید صاحب فرما رہے تھے کہ قرآن میں شراب پر کہیں بھی پابندی نہیں ہے۔ میں تو زیادہ اسلامی آدمی نہیں ہوں سمجھ نہیں سکتا تو از راہ نوازش وضاحت فرما دیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ اگلا سوال سید احسان اللہ وقاص کا ہے۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتے ان کے behalf پر جناب ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! سوال نمبر 3857 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کریں۔ (معزز رکن نے سید احسان اللہ وقاص کے ایماء پر طبع شدہ سوال نمبر 3857 دریافت کیا)

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

1988تا1993وزیر اعلیٰ کے احکامات سے ایکسائز انسپکٹروں کی بھرتی کی تفصیلات

*3857: سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر آبکاری و محصولات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) 90-1988 اور 93-1990 میں کتنے افراد بطور ایکسائز انسپکٹر براہ راست وزیر اعلیٰ کے احکامات کی تعمیل میں محکمہ ایکسائز میں بھرتی کئے گئے؟

(ب) ایکسائز انسپکٹر کی بھرتی کے لئے کیا تعلیمی معیار ہے، کتنے افراد معیار کو نظر انداز کر کے بھرتی کئے گئے؟

(ج) محکمہ میں کرپشن کے انسداد اور چیک اینڈ بیلنس کا مؤثر نظام قائم کرنے کے لئے کیا اقدامات کئے جا رہے ہیں؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف) 90-1988 اور 93-1990 میں کل 92۔افراد بطور ایکسائز انسپکٹر براہ راست وزیر اعلیٰ کے احکامات کے تحت محکمہ ایکسائز میں بھرتی کئے گئے۔

(ب) ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن انسپکٹر کی بھرتی کا کم از کم تعلیمی معیار بی اے ہے۔اس دوران اس معیار کو نظر انداز کر کے کوئی بھرتی نہیں کی گئی۔

(ج) محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کے تمام دفاتر میں کمپلینٹ سیل قائم کر دیئے گئے ہیں جن کے تحت کسی بھی اہلکار کی کوتاہی یا کرپشن ثابت ہونے کی صورت میں فوری قانونی کارروائی، ملازمت سے برخاستگی کے آرڈیننس 2000 کے تحت عمل میں لائی جاتی ہے۔مزید برآں ڈائریکٹر جنرل آفس میں انفورسمنٹ /آڈٹ کا شعبہ ایک ڈائریکٹر کے زیر نگرانی قائم ہے جس کے تحت کسی بھی بے قاعدگی یا کرپشن کی نشاندہی پر فوراً کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔محکمہ میں انٹرنل آڈٹ کا بھی اپنا ایک نظام قائم ہے۔مزید برآں ڈائریکٹر جنرل آڈٹ ریونیو بھی اس سلسلہ میں اپنا موثر کردار ادا کر رہا ہے اور محکمہ ہذا میں سالانہ آڈٹ کرتا ہے۔ ان کے علاوہ ڈائریکٹر جنرل کی طرف سے اچانک چیکنگ کا سلسلہ بھی باقاعدگی سے جاری ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! جز (الف) میں سوال یہ کیا گیا تھا کہ 90-1988 اور 93-1990 میں کتنے افراد بطور ایکسائز انسپکٹر براہ راست وزیر اعلیٰ کے احکامات کی تعمیل میں محکمہ ایکسائز میں بھرتی کئے گئے؟ انہوں نے کہا کہ 92 افراد بھرتی کئے گئے، میرا سوال یہ ہے کہ موجودہ حکومت کے قیام کے بعد ان سیٹوں پر بھرتی کرنے کا طریق کار کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر آبکاری و محصولات!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب والا! یہ جو بھرتیاں 90-1988 اور 93-1990 میں ہوئیں ہمارے بھائی بہتر جانتے ہیں کہ کن کی حکومت تھی اور کن لوگوں نے چیف منسٹر ڈائریکٹو کے ذریعے یہ بھرتیاں کیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس دور حکومت میں تمام بھرتیاں پنجاب پبلک سروس کمیشن کے توسط سے ہو رہی ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش ہے کہ جس طرح سوال میں بھی واضح ہے اور جواب میں بھی انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ وزیر اعلیٰ صاحب کے براہ راست احکام کے تحت ہوئی ہیں اور موجودہ پالیسی جو ہے پہلے بھی یہی پالیسی تھی کہ یہ بھرتیاں پبلک سروس کمیشن کے ذریعے ہوتی تھیں اور اگر یہ غلط precedent نواز شریف نے اس زمانے میں set کیا تھا تو یہ جب برسر اقتدار آ گئے ہیں تو انہوں نے اس کی rectification کی کیا کوشش کی ہے؟ اس ملک کا جو پڑھا لکھا نوجوان ہے ان کا المیہ ہے کہ وہ بے چارے ڈگریاں لئے پھرتے ہیں۔ وزیر، مشیر اپنے کام کروا لیتے ہیں اور معاشرے کے اندر ایک محرومی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: ابھی تو پبلک سروس کمیشن کے ذریعے ہوئی ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اگر یہ بھرتیاں پبلک سروس کمیشن کے ذریعے نہیں ہوئی ہیں تو کیا انہوں نے ان کو منسوخ کرنے کے لئے کوئی اقدامات کئے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر آبکاری و محصولات!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! جب یہ بھرتیاں ہوئی تھیں تو اس وقت پبلک سروس کمیشن کے ذریعے انسپکٹرز کی بھرتیاں نہیں ہوتی تھیں اس وقت ڈائریکٹر مجاز ہوتے تھے اور جس طرح ہم نے جواب میں لکھا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب احکامات صادر کرتے تھے اور ڈائریکٹر ان کی بھرتیاں

کرتے تھے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ اگلا سوال ارشد محمود بگو صاحب کا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 4399 ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سیالکوٹ میں بے سہارا خواتین و حضرات کے لئے رہائشی اداروں کو گرانٹس کی تفصیل

*4399: جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر سماجی بہبود از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ سوشل ویلفیئر نے ضلع سیالکوٹ میں بے سہارا خواتین و حضرات کے لئے کتنے رہائشی ادارے قائم کئے ہیں، اگر جواب ہاں میں ہے تو ان اداروں کو حکومت سالانہ کتنی گرانٹ دیتی ہے؟

(ب) مذکورہ اداروں میں داخلہ کا کیا طریق کار ہے؟

(ج) اس وقت مذکورہ اداروں میں کتنے مرد و خواتین رہائش پذیر ہیں، تفصیل بتائیں۔

وزیر سماجی بہبود:

(الف) محکمہ سوشل ویلفیئر نے ضلع سیالکوٹ میں بے سہارا خواتین کے لئے ایک رہائشی ادارہ "دارالفلاح" قائم کیا ہے۔ حکومت نے اس ادارے کو مبلغ 77,000 روپے بابت سال 04-2003 کے لئے گرانٹ دی۔

(ب) دارالفلاح میں داخلہ کے لئے خواتین کو باقاعدہ مطبوعہ داخلہ فارم دیا جاتا ہے جس کی تصدیق مقامی ناظم / نائب ناظم، کونسلر، چیئرمین زکوٰۃ کمیٹی و دیگر معززین سے کرا کر دفتر ہذا میں برائے ضروری کارروائی و منظوری جمع کرائی جا سکتی ہے۔

(ج) اس وقت دارالفلاح میں 14 بیوہ / بے سہارا خواتین مع تیس بچے رہائش پذیر ہیں۔

فہرست رہائشی بیوہ / بے سہارا خواتین (دارالفلاح) سیالکوٹ

	نام رہائشی خواتین	تعداد بچے	پتا
1۔	شفقت ندیم	2 بچے	ادارہ حمایت اسلام چوبرجی لاہور
2۔	آسیہ بی بی زوجہ محمد عرفان	2 بچے	مقصود پیلس پورن نگر سیالکوٹ
3۔	عائشہ بی بی زوجہ محمد صدیق	3 بچے	جوشن جٹاں، چونڈہ
4۔	ریحانہ صدیق زوجہ رشید	2 بچے	میانہ پورہ، سیالکوٹ

5-	نرگس پروین زوجہ محمد بوٹا	3 بچے	امین پورہ سیداں، سیالکوٹ
6-	مسرت بی بی زوجہ محمد رشید	3 بچے	ظہورہ تحصیل، سیالکوٹ
7-	مقبولہ بی بی بیوہ سید	3 بچے	آڈھا سیالکوٹ
8-	طاہرہ بی بی دختر محمد اقبال	1 بچہ	میانہ پورہ، سیالکوٹ
9-	زاہد قیصر زوجہ محمد امین	2 بچے	کپوروالی، سیالکوٹ
10-	کبریٰ بی بی زوجہ فدا حسین	2 بچے	سیدووالی، سیالکوٹ
11-	ارشاد بی بی زوجہ محمد یوسف	1 بچہ	کالا گھناں، سیالکوٹ
12-	ناصرہ بی بی بیوہ یوسف	2 بچے	کھاں والی، سیالکوٹ
13-	قمر بی بی زوجہ نبی بخش	2 بچے	رنگ پورہ، سیالکوٹ
14-	شہناز بی بی زوجہ اختر علی	2 بچے	بن نزد ایک والا، پل سیالکوٹ

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! جز (الف) میں میرا سوال تھا کہ محکمہ سوشل ویلفیئر نے ضلع سیالکوٹ میں بے سہارا خواتین وحضرات کے لئے کتنے رہائشی ادارے قائم کئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک دارالفلاح قائم کیا گیا میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا آبادی کے لحاظ سے ایک ادارہ کافی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: شکریہ۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں یہ بتا دوں کہ یہ حقیقت ہے کہ آبادی کے لحاظ سے ایک ادارہ ناکافی ہے اور اسی چیز کو سوچتے ہوئے گورنمنٹ اقدامات کر رہی ہے کہ ڈسٹرکٹ سطح سے تحصیل سطح تک ہم اپنے اداروں کو لے کر آئیں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ مجھے یقین دہانی کرادیں جیسا کہ انہوں نے کہا ہے کہ تحصیل سطح تک تو یہ بتادیں کہ کب تک سیالکوٹ میں ایک اور ادارہ قائم کر دیں گے؟

جناب سپیکر: یہ جو تحصیل سطح تک ادارے قائم کرنے کا process ہو رہا ہے یہ کب تک مکمل ہو جائے گا؟

وزیر سماجی بہبود: جناب سپیکر! حکومتی سطح پر تو ہمارے پاس ایک ہی ہے اور ہم نے اور بھی ادارے قائم کرنے کے لئے حکومت کو لکھ کر بھجوا دیا ہے لیکن میں اپنے بھائی کی clearance کے لئے یہ بھی بتا

دوں کہ یہ ایک قسم کا model ادارہ ہوتا ہے اور اس کے بعد این جی اوز کے لئے یہ ایک role model ہوتا ہے کہ وہ اس کی کاپی کرتے ہوئے اور بھی اس طرح کے ادارے بنا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں، ان کا سوال یہ ہے کہ حکومت اس بارے میں کیا کر رہی ہے؟

وزیر سماجی بہبود: جی، اگلے سال تک انشاء اللہ تعالیٰ۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! انہوں نے یہ کہا ہے کہ سیالکوٹ کے لئے 04-2003 کے لئے 7,7000 روپے گرانٹ مقرر کی ہے۔ میرا پہلا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ 7,7000 روپے کی گرانٹ جو ہے کیا یہ سیالکوٹ کے دارالفلاح کے لئے کافی ہے؟ میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 05-2004 کے لئے انہوں نے کتنی گرانٹ مقرر کی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: جناب سپیکر! انہوں نے جو پہلا سوال کیا ہے کہ کیا 7,7000 روپیہ کافی ہے؟ اس کے لئے میں کہوں گی کہ بے شک یہ بالکل صحیح کہتے ہیں، وہ ناکافی ہے لیکن اس میں ہمارے پاس خواتین اور بچوں کی تعداد تھوڑی اور زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مخیر حضرات اور این۔جی۔اوز بھی اس میں بڑی مدد کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارا گزارا ہو جاتا ہے۔ دوسرا جو انہوں نے کہا ہے 04-2003 کا وہ ہم نے بتا دیا ہے۔ اگر یہ 05-2004 کا آگے چاہیں گے تو اس کے لئے fresh question کر دیں میں آپ کو وہ بھی بتا دوں گی۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! 05-2004 کا تو حکومت پہلے ہی یہ بجٹ منظور کر چکی ہے۔ اس میں تو definitely انہوں نے یہ تعین کر لیا ہو گا۔ اب یہ بھی سال ختم ہو رہا ہے تو اس میں اگر میں سوال کروں گا تو پھر اس کا دو سال بعد جواب آئے گا۔ یہ اس میں فرما دیں کہ اس سال میں انہوں نے سیالکوٹ کے دارالفلاح کے لئے کیا مقرر کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: اس سال ہم نے 85 ہزار روپیہ مقرر کیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: شکریہ۔ جناب سپیکر! جو دارالفلاح کے نام سے ادارہ ہے اس میں وہاں جو خواتین و بچے رہائش پذیر ہیں وہ جو مستقل وہاں رہتے ہیں اور جن کا کوئی اور سہارا نہیں ہے تو کیا ان کے لئے یہ چیک کرنے کے لئے کہ آیا ان کو کھانا ٹھیک مل رہا ہے، ان کی رہائش ٹھیک ہے، ان کو ڈریس صحیح مل رہا ہے، اس کے لئے انہوں نے اس پر کوئی ایسی چیکنگ باڈی رکھی ہوئی ہے، اگر رکھی ہوئی ہے تو اس کا نام بتا دیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: جی ہاں۔ اس کے لئے باقاعدہ ہماری ایک ایڈوائزری کمیٹی ہوتی ہے جس میں ہمارے محکمے این جی اوز کے لوگ اور مخیر حضرات ہوتے ہیں اور متعلقہ ڈی۔ سی۔ او کی مسز اس کی head ہوتی ہے اور اس کا باقاعدہ چیک اینڈ بیلنس رکھا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! سوال نمبر 4400۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

گداگری کے خاتمہ کے لئے حکومتی اقدامات

*4400: جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر سماجی بہبود از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب میں خصوصاً لاہور میں گداگری پیشہ عروج پر ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ جونہی گاڑی ریڈ لائٹ پر کھڑی ہوتی ہے تو چھوٹے چھوٹے معصوم بچے اور بوڑھے مرد و خواتین لوگوں کی گاڑیوں پر ہلہ بول دیتے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ پیشہ ور لوگ ہیں اور مختلف خطرناک لوگ، ان معصوم اور بوڑھے لوگوں کو اس پیشہ پر مجبور کرتے ہیں؟

(د) کیا حکومت گداگری کی لعنت کو ختم کروانے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر سماجی بہبود:

(الف) ہاں! یہ درست ہے کہ لاہور میں گداگروں کی کثیر تعداد موجود ہے۔

(ب) جزوی طور پر درست ہے۔ حکومت کی طرف سے قائم کردہ Child Protection Bureau کے کام کے آغاز کرنے کے بعد بچوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ البتہ

خواتین اور بوڑھے اب بھی چوراہوں پر موجود ہوتے ہیں۔

(ج) اس قسم کے کسی گروہ کے بارے میں ابھی انکشاف نہ ہوا ہے۔

(د) گداگری کے خاتمے کے لئے محکمہ سماجی بہبود درج ذیل اقدامات کر رہا ہے:۔

I۔ پہلے سے موجود Vagrancy Ordinance, 1958 کو مؤثر بنانے کے لئے اس میں ترامیم زیر غور ہیں۔

II۔ وفاقی حکومت کے اشتراک سے دار الکفالہ قائم کرنا۔

III۔ گداگری کے خلاف N.G.Os کے تعاون سے awareness campaign کا آغاز۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پنجاب میں، خصوصاً لاہور میں گداگری کا پیشہ عروج پر ہے۔ ان کا جواب ملاحظہ فرمالیں "ہاں یہ درست ہے کہ لاہور میں گداگروں کی کثیر تعداد موجود ہے"۔ مطلب یہ کہ یہ جواب بھی دینا چاہتے ہیں اور جواب نہیں بھی دینا چاہتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پنجاب اسمبلی کی بد قسمتی ہے کہ ایک طرف ہم فخر کرتے ہیں کہ ہم نے چالیس سے زیادہ قانون یہاں پر پاس کئے ہیں اور اس کی دوسری طرف تصویر یہ ہے کہ ہم نے یہاں پر چائلڈ پروٹیکشن بیورو کا قانون پاس کیا ہے لیکن جتنے قانون یہاں پر پاس کئے ہیں ان میں سے ایک قانون بھی ایسا نہیں ہے کہ جس پر عملدرآمد کیا ہو۔ اسی طرح یہ بھی ہے۔ میرا ان سے سوال یہ ہے کہ اگر ہم لاہور چلے جائیں، گاڑی کھڑی کر دیں، بچے وہاں پر اس طرح جھرمٹ کی طرح آتے ہیں اور وہ آکر آپ کی گاڑی کے شیشے knock کرتے ہیں، آپ کو وہ مجبور کرتے ہیں لیکن حکومت اس سلسلے میں کوئی عملی اقدام نہیں کر رہی۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہوا؟

جناب ارشد محمود بگو: یہ جوانہوں نے چائلڈ پروٹیکشن بیورو کا نیا قانون بنایا تھا کہ ہم جو گداگر بچے پکڑ کر لے جائیں گے ان کو کوئی کام سکھائیں گے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اب تک پنجاب گورنمنٹ نے کتنے گداگر بچوں کو وہاں کام پر لگایا ہوا ہے اور کتنے بچے وہاں پر موجود ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: جناب سپیکر! میں ذرا تھوڑا سا آپ کو بتا دوں کہ چائلڈ پروٹیکشن بیورو کے تحت

بچوں کو اٹھایا جارہا تھا اور جب بچوں کو اٹھایا تو آپ نے دیکھا ہو گا کہ یکدم سے لاہور میں گداگر بچوں کی کمی بھی واقع ہو گئی تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ بڑوں، بوڑھوں اور معذور لوگوں کی بہتات زیادہ ہو گئی۔ اب چونکہ یہ چائلڈ پروٹیکشن بیورو ہوم ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ link کرتا ہے اور وہی ان سب معاملات کو deal کرتے ہیں اس لئے اگر آپ یہ سوال ہوم ڈیپارٹمنٹ سے کریں تو زیادہ بہتر ہو گا۔

جناب سپیکر: جی۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! پھر میرا یہ سوال pending کر دیں۔ یہ اس ڈیپارٹمنٹ کو بھیج دیا جائے جنھوں نے اس کا جواب دینا ہے۔ یہ تو کہتی ہیں کہ میں نے اس کا جواب نہیں دینا۔ اس کو پھر اس ڈیپارٹمنٹ کو بھیج دیا جائے۔

جناب سپیکر: تو یہ پھر آپ fresh question کر دیں اور وہ محکمہ جواب دے دے گا کیونکہ یہ ضمنی سوال ہے ناں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ اس ادارے کی منسٹر ہیں، بہبود کی منسٹر ہیں۔ ان کو تو پتا ہونا چاہئے کہ کتنے گداگر بچوں کو ہم نے بیورو سنٹر میں رکھا ہوا ہے۔ اگر یہ کہتی ہیں کہ یہ سوال میرے متعلقہ نہیں ہے تو پھر جواب کس نے دینا ہے؟

جناب سپیکر: یہ ہوم ڈیپارٹمنٹ دے گا۔

جناب ارشد محمود بگو: ہوم ڈیپارٹمنٹ تو راجہ صاحب باہر فرار ہو گئے ہیں ان سے کہیں کہ وہ اس کا جواب دیں۔

جناب سپیکر: وہ تو پھر fresh question ہو گا۔

جناب ارشد محمود بگو: نہیں، جناب سپیکر! اس سے متعلقہ میرا سوال ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، ضمنی سوال تو اس سے متعلقہ ہے لیکن جو اصل سوال ہے وہ اس محکمے کا نہیں بنتا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! وہ پھر ہوم ڈیپارٹمنٹ کو bound کر دیں۔

جناب سپیکر: آپ سوال کر دیں ناں۔ یہ اب دوبارہ کرنا پڑے گا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! پھر یہ اس لائن میں نہ لگ جائے۔

جناب سپیکر: کوشش کریں گے کہ اس کا جواب جلدی آ جائے۔

جناب ارشد محمود بگو: ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: جی، حاجی اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! شکریہ۔ اسی سوال کے جز (د) میں فرمایا گیا ہے کہ "وفاقی حکومت کے اشتراک سے دارالکفالہ قائم کرنا"۔ یہ دارالکفالہ کب تک قائم ہو جائے گا؟

جناب سپیکر: جی، وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: اس کا PC-1 بنا کر ہم نے پی اینڈ ڈی کو بھی بھیج دیا ہے اور وفاقی حکومت کو بھی بھیجا ہے، جونہی وہاں سے ہمیں واضح اطلاع آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ ہم امید کرتے ہیں کہ اگلے سال تک اس پر کام شروع ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، اگلا سوال چودھری زاہد پرویز صاحب کا ہے۔

چودھری زاہد پرویز: سوال نمبر 5056 ہے۔

جناب تنویر اشرف کائرہ: جناب سپیکر! rules کے بارے میں آپ سے ایک سوال پوچھنا ہے۔

جناب سپیکر: جی، کافی ضمنی سوال ہو گئے ہیں۔ پلیز ابھی چلنے دیں۔

جناب تنویر اشرف کائرہ: یہ سوال میں نے آپ سے پوچھنا ہے۔

جناب سپیکر: جی، مجھ سے کیا پوچھنا ہے؟ فرمائیں۔

جناب تنویر اشرف کائرہ: جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر میں اسمبلی ہال میں موجود ہوں تو کیا میں سپیکر گیلری میں کسی شخص سے بات کر سکتا ہوں؟ دوسرا میرا سوال یہ ہے کہ کیا میں ان سے کوئی بوٹی یا کوئی چٹ پکڑ سکتا ہوں یا نہیں؟ اس کے بارے میں مجھے ذرا وضاحت چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، بات بھی نہیں کرنی چاہئے اور بوٹی بھی نہیں چلنی چاہئے۔ (قہقہے)
شکریہ۔ جی، چودھری زاہد پرویز صاحب!

چودھری زاہد پرویز: سوال نمبر 5056۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس سوال کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سرگودھا میں 04-2003، گاڑیوں کے ٹوکن ٹیکس اور رجسٹریشن سے آمدن کی تفصیل

*5056: چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سرگودھا سے ٹوکن ٹیکس اور گاڑیوں کی رجسٹریشن سے 2003 اور 2004 میں کتنی رقم وصول ہوئی؟

(ب) اس عرصہ میں ان ٹیکسوں کی وصولی پر حکومت کی طرف سے کتنے اخراجات ہوئے؟

(ج) موٹر رجسٹریشن برانچ میں تعینات ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ اور تعلیمی قابلیت بیان فرمائیں؟

(د) گاڑیوں کی رجسٹریشن پر کس حساب سے فیس وصول کی جاتی ہے؟

(ہ) گاڑیوں کی دو نمبر رجسٹریشن کرنے پر ملازمین کے خلاف کیا محکمانہ اور قانونی کارروائی کی گئی؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف)	2002-03	49,354,175
	2003-04	56,500,782
(ب)	2002-03	2,65,732
	2003-04	3,03,000

(ج)	1۔ملک محمد افضل	انسپکٹر	BPS-11	ڈی۔کام
	2۔محمد صادق علی	انسپکٹر	BPS-11	میٹرک
	3۔عبدالعزیز جہاں	جونیئر کلرک	BPS-5	ایف۔اے
	4۔شوکت حیات	کانسٹیبل	BPS-1	میٹرک
	5۔آل رضا	کانسٹیبل	BPS-1	مڈل

(د) 1 تا 1000 سی سی کی گاڑیوں کی مالیت کا ایک فیصد

1000 تا 2000 سی سی کی گاڑیوں کی مالیت کا دو فیصد

2000 سی سی سے زائد گاڑیوں کی مالیت کا چار فیصد

(ہ) اس عرصہ کے دوران کوئی ایسا واقعہ رونما نہ ہوا ہے اس لئے کوئی کارروائی نہ کی گئی ہے۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

چودھری زاہد پرویز: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ سوال کے جز (ج) میں ہے کہ "موٹر رجسٹریشن برانچ میں تعینات ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ اور تعلیمی قابلیت بیان فرمائیں"۔ یہ ملازمین وہاں پر کتنے عرصہ سے تعینات ہیں۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ جواب کے جز (ج) کے II میں لکھا ہوا ہے کہ "محمد صادق علی انسپکٹر BPS-11 تعلیمی قابلیت میٹرک"۔ کیا میٹرک آدمی انسپکٹر بھرتی ہو سکتا ہے؟

جناب سپیکر: یہ دو تین ضمنی سوال آپ اکٹھے ہی کر رہے ہیں۔ یہ ایک ایک کر کے کرنے چاہئیں۔ جی، وزیر آبکاری و محصولات!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! یہاں پر پانچ حضرات کام کر رہے ہیں۔ ملک محمد افضل 2004-6-7 سے وہاں پر متعین ہیں اور جہاں تک محمد صادق علی انسپکٹر کے بارے میں سوال ہے کہ کیا میٹرک انسپکٹر ہو سکتا ہے؟ جی ہاں، پروموشن کے ذریعے ہو سکتا ہے کیونکہ میٹرک بطور کلرک کے بھرتی ہوتے ہیں۔ پھر ان کا کوٹا ہے اور وہ پروموشن کے ساتھ انسپکٹر بن سکتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ جی، چودھری زاہد پرویز صاحب!

چودھری زاہد پرویز: جناب سپیکر! جز (ہ) میں ہے کہ وزیر صاحب یہ assurance کرادیں کہ وہاں آج تک کوئی بھی دو نمبر گاڑی کی رجسٹریشن نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر: جی، وزیر آبکاری و محصولات!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! محکمہ کے ریکارڈ کے مطابق وہاں پر کسی قسم کی دو نمبر گاڑی جو کہ انہوں نے سوال کیا ہے، کوئی جعلی رجسٹریشن کی رپورٹ نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ منسٹر صاحب نے تو کہا ہے کہ دو نمبری نہیں ہوتی لیکن ہوتی رہتی ہے۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ اس کا جو سارا ریکارڈ ہے محکمے نے کمپیوٹرائزڈ کر لیا ہے، اگر نہیں کیا تو کب تک یہ کمپیوٹرائزڈ کریں گے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر آبکاری و محصولات!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! ابھی تک ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ نہیں ہوا۔ اس پر کام ہو رہا ہے اور آئی، ٹی ڈیپارٹمنٹ کو اس کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

جناب سپیکر: جی، سماں صاحب!

چودھری اعجاز احمد سماں: جناب سپیکر! وزیر صاحب یہ بیان فرمادیں کہ برانچ کی اعلیٰ کارکردگی کی بنیاد پر ان ملازمین کے انعام کے لئے کچھ تجویز کیا گیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر آبکاری و محصولات!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! انفرادی طور پر نہیں بلکہ اجتماعی طور پر پورے صوبے کے وہ ملازمین جو کہ اپنے targets achieve کرتے ہیں اور اچھے نتائج دیتے ہیں انہیں انعام دینے کے لئے میں نے وزیر اعلیٰ صاحب کو سمری move کی ہے کہ 3 کروڑ روپے کی رقم دی جائے۔

چودھری اعجاز احمد سماں: میرا سوال یہ ہے کہ رجسٹریشن برانچ کی جو اعلیٰ کارکردگی ہے اس پر وہ انعام کے مستحق ہیں ان کو انعام دینے کے لئے انہوں نے کیا تجویز کیا ہے؟

جناب سپیکر: انہوں نے سمری بھجوائی ہوئی ہے۔ اگلا سوال ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کا ہے۔

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب سپیکر! سوال نمبر 5059۔ اسے پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

رحیم یار خان میں 04-2003 میں گاڑیوں کے ٹوکن ٹیکس اور رجسٹریشن کی وصولی سے متعلقہ تفصیل

*5059: ملک محمد اقبال چنڑ: کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) رحیم یار خان سے ٹوکن ٹیکس اور گاڑیوں کی رجسٹریشن سے 2003 اور 2004 میں کتنی رقم وصول ہوئی؟

(ب) اس عرصہ میں ان ٹیکسوں کی وصولی پر حکومت کی طرف سے کتنے اخراجات ہوئے؟

(ج) موٹر رجسٹریشن برانچ میں تعینات ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ اور تعلیمی قابلیت بیان فرمائیں۔

(د) گاڑیوں کی رجسٹریشن پر کس حساب سے فیس وصول کی جاتی ہے؟

(ہ) گاڑیوں کی دو نمبر رجسٹریشن کرنے پر ملازمین کے خلاف کیا محکمانہ اور قانونی کارروائی کی گئی؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف)	2002-03	32,416,613
	2003-04	51,517,399
(ب)	2002-03	3,83,294
	2003-04	5,21,153

(ج) تفصیل جھنڈی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) 1 تا 1000 سی سی کی گاڑیوں کی مالیت کا ایک فیصد

1000 تا 2000 سی سی کی گاڑیوں کی مالیت کا دو فیصد

2000 سی سی سے زائد کی گاڑیوں کی مالیت کا چار فیصد

(ہ) اس عرصہ کے دوران کوئی ایسا واقعہ رونما ہوا ہے اس لئے کوئی کارروائی نہ کی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 2003-04 میں کتنی گاڑیاں رجسٹر اور کتنی بوگس کی رجسٹریشن ہوئی ہے، کتنی بوگس رجسٹریشن پکڑی گئی ہے، اگر پکڑی گئی ہے تو اس بابت کیا کارروائی عمل میں لائی گئی ہے اور ان متعلقہ افسران کے خلاف کیا ایکشن لیا گیا ہے؟

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! چونکہ گاڑیوں کی تعداد کا سوال نہیں پوچھا گیا۔ سوال کے جز (الف) سے لے کر (ہ) تک سب میں رقم کے بارے میں سوال ہوا ہے اور اس کی تفصیل دے دی گئی ہے۔ جہاں تک بوگس گاڑیوں کی رجسٹریشن کے بارے میں پوچھا گیا ہے تو اس کا جواب درج ہے کہ اس دوران کوئی ایسا واقعہ رونما نہ ہوا ہے۔

جناب سپیکر: جی شکریہ۔ اگلا سوال بھی ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کا ہے۔

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب سپیکر! سوال نمبر 5060 ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

رحیم یار خان میں 04-2003 میں پراپرٹی ٹیکس کی وصولی سے متعلقہ تفصیلات

*5060: **ملک محمد اقبال چنڑ**: کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) رحیم یار خان سے پراپرٹی ٹیکس کی وصولی کا سال 04-2003 کا ٹارگٹ کیا مقرر کیا گیا تھا؟

(ب) اس عرصہ کے دوران سال وار کتنا پراپرٹی ٹیکس وصول ہوا؟

(ج) اس عرصہ کے دوران پراپرٹی ٹیکس کی وصولی پر کتنے اخراجات آئے؟

(د) اس عرصہ کے دوران پراپرٹی ٹیکس کی وصولی کے لئے متعین ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ اور جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے۔

(ہ) اس عرصہ کے دوران پراپرٹی ٹیکس کی صحیح تشخیص نہ کرنے پر کتنے ملازمین کے خلاف محکمانہ کارروائی کی گئی؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف) رحیم یار خان سے پراپرٹی ٹیکس کی وصولی کا سال 2003 اور 2004 کا ٹارگٹ درج ذیل ہے۔

سال	ٹارگٹ
2002-03	32,500,000 روپے
2003-04	34,125,000 روپے
میزان	66,625,000 روپے

(ب) رحیم یار خان سے جتنا پراپرٹی ٹیکس وصول ہوا اس کی تفصیل سال وار درج ذیل ہے۔

سال	وصولی پراپرٹی ٹیکس
2002-03	33,072,596 روپے
2003-04	31,760,647 روپے
میزان	64,833,243 روپے

(ج) اس عرصہ کے دوران پراپرٹی ٹیکس کی وصولی پر اخراجات درج ذیل ہیں۔

سال	اخراجات
2002-03	1,295,342 روپے
2003-04	1,611,791 روپے
میزان	2,907,133 روپے

(د) تفصیل جھنڈی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) اس عرصہ کے دوران پراپرٹی ٹیکس کی تشخیص صحیح نہ کرنے پر کسی ملازم کے خلاف کوئی شکایت موصول نہ ہوئی اس لئے کوئی کارروائی نہ کی گئی۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب سپیکر! جواب کے جز (ب) میں بتایا گیا ہے کہ 03-2002 میں پراپرٹی ٹیکس کی مد میں 33,072,596 روپے کی وصولی ہوئی ہے اور 04-2003 میں اس مد میں 31,760,647 روپے کی وصولی ہوئی۔ یعنی تقریباً 13 لاکھ روپے کی کمی واقع ہوئی ہے۔ یہ کمی کن وجوہات کی بناء پر ہوئی ہے؟

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! یہ جو targets ہم مقرر کرتے ہیں یہ اندازے کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ یہ کوئی حتمی چیز نہیں ہوتی لیکن عمومی طور پر گزشتہ پچاس سالوں سے محکمہ کی یہ practice ہے کہ اگر ہم 90 فیصد تک اپنے targets achieve کر لیتے ہیں تو اسے ہم satisfactory سمجھتے ہیں۔ ہم نے یہ جو targets achieve کئے ہیں یہ تقریباً 97 فیصد بنتے ہیں اس لحاظ سے یہ کوئی بُری کارکردگی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال ملک اصغر علی قیصر صاحب کا ہے۔

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! سوال نمبر 5527 ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع فیصل آباد میں 04-2003 میں گاڑیوں کی رجسٹریشن اور ٹوکن فیس کی آمدن و دیگر تفصیلات

*5527: **ملک اصغر علی قیصر:** کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) گاڑیوں کی رجسٹریشن اور ٹوکن فیس سے ضلع فیصل آباد میں سال 04-2003 میں کتنی آمدن محکمہ کو ہوئی؟

(ب) مذکورہ ٹیکس کی وصولی کے لئے ضلع ہذا میں جو ملازم کام کر رہے ہیں ان کے نام، عہدہ، گریڈ اور جگہ تعیناتی نیز اس ضلع میں عرصہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے۔

(ج) کتنے ملازم عرصہ تین سال سے اس ضلع میں کام کر رہے ہیں نیز عرصہ تین سال سے زائد ایک ہی ضلع میں تعیناتی کی وجوہات کیا ہیں؟

(د) مذکورہ عرصہ کے دوران ضلع ہذا میں گاڑیوں کی غلط رجسٹریشن اور ٹوکن فیس میں خورد بُرد کرنے کے سلسلہ میں کتنے ملازمین کے خلاف کارروائی کی گئی اور کتنوں کے خلاف انکوائریاں چل رہی ہیں؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف) 04-2003 199,523,084 آمدن ہوئی۔

(ب) تفصیل جھنڈی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) پندرہ (15) ملازمین عرصہ تین سال سے زائد ضلع فیصل آباد تعینات ہیں۔ جس کی وجہ انتظامی امور، سٹاف کی کمی اور تبادلوں پر پابندی ہے۔

(د) گاڑیوں کی غلط رجسٹریشن و دیگر بے قاعدگیوں کے سلسلہ میں 15 اہلکاروں کو معطل کرنے کے بعد انضباطی قوانین کے تحت کارروائی کی جارہی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! فیصل آباد، موٹر برانچ میں عاشق حسین شاہ بطور ای۔ٹی۔او 2001-7-31 سے تعینات ہیں۔ فیصل آباد میں مشہور زمانہ گاڑیوں کا سکینڈل بنا جس میں سونیا ناز کا خاوند عاصم یوسف بھی ملوث ہے۔ جب یہ دو نمبر گاڑیوں کو رجسٹر کرنے کا مشہور زمانہ سکینڈل ہوا، کیا اس وقت بھی عاشق حسین شاہ وہاں پر ای۔ٹی۔او تھے۔ محکمہ کے ریکارڈ کے مطابق تو ہیں، اگر یہ وہاں پر تعینات تھے تو ان کے خلاف کیا کارروائی ہوئی؟

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! یہ سوال ہمیں 2004-9-8 کو بھجوایا گیا جس کا جواب 2004-10-6 کو دیا گیا یعنی جواب ایک سال پرانا ہے۔ تازہ ترین صورتحال یہ ہے کہ وہاں پر جتنے افراد بھی تین سال سے زائد عرصہ سے تعینات تھے وہ تمام کے تمام یا تو معطل ہیں یا پھر ٹرانسفر ہو چکے ہیں۔ جس وقت گاڑیوں کا سکینڈل ہوا اس وقت وہاں پر عاشق حسین شاہ ای ٹی او نہیں تھے بلکہ فرمان مسعود صاحب تھے جو ابھی تک معطل ہیں۔

ملک اصغر علی قیصر:جناب سپیکر!ان کی date of posting 31-7-2001 ہے اور یہ سکینڈل اس کے بعد کا ہے۔ میرے پاس محکمہ کا جواب ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ای۔ٹی۔او، موٹر برانچ عاشق حسین شاہ جن کی پوسٹنگ 31-7-2001 سے وہاں پر تھی یا تو محکمہ نے غلط جواب دیا ہے یا پھر وزیر صاحب کو proper information نہیں ہے۔

جناب سپیکر: معزز ممبر فرما رہے ہیں کہ محکمہ کی طرف سے جو جواب آیا ہے اس میں اور جو کچھ آپ فرما رہے ہیں اس میں تھوڑا فرق ہے۔

وزیر آبکاری و محصولات: حضور والا!میں عرض کر رہا ہوں کہ جس وقت اس سکینڈل کا انکشاف ہوا ہے اس وقت عاشق حسین شاہ وہاں پر انچارج نہیں تھے۔

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر!جواب غلط دیا گیا ہے۔یہ میرے پاس ایک proforma ہے جس میں عاشق حسین شاہ کی date of posting as ETO, 31-7-2001 لکھی ہوئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ محکمہ نے غلط جواب دیا ہے۔یہ اسمبلی کے لئے concealment of fact ہے۔

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر!جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں وہ ٹھیک ہے، میں اسے own کرتا ہوں۔ معزز ممبر کے پاس جو کاغذ ہے میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔اگر معزز ممبر مجھے یہ دکھا دیں تو میں اس بابت معلومات حاصل کر لوں گا۔

جناب سپیکر:ان کا کہنا یہ ہے کہ جو جواب آپ نے on the floor of the House دیا ہے وہ درست ہے یا جو معزز ممبر بتا رہے ہیں وہ ٹھیک ہے۔

وزیر آبکاری و محصولات: جناب والا!جو کچھ میں نے عرض کیا ہے وہ ٹھیک ہے۔

ملک اصغر علی قیصر: کیا وزیر موصوف جو یہاں پر زبانی باتیں کرتے ہیں ہم ان کو درست تسلیم کریں یا جو محکمہ کی طرف سے جوابات آتے ہیں انہیں درست تسلیم کریں، کیا محکمہ کی طرف سے جو جوابات آتے ہیں ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے؟ محکمہ کی طرف سے اگر کوئی غلط جواب یا اعداد و شمار یہاں پر پیش کئے جاتے ہیں تو کیا اس پر ان کے خلاف کوئی ایکشن نہیں ہو سکتا؟ میرا اگلا ضمنی سوال یہ ہے کہ اگر اس وقت وہاں پر فرمان مسعود، ای ٹی او تھے تو ان کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے؟

جناب سپیکر: جی،وزیر آبکاری ومحصولات!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر!میں نے عرض کیا ہے کہ وہاں پر 13 افراد کے خلاف کارروائی ہوئی،ان کو معطل کیا گیااور ان کے خلاف انکوائری ہو رہی ہے۔چونکہ گاڑیوں کا سلسلہ کافی وسیع ہے۔ان کی کراچی کسٹم ہاؤس سےverificationہونی ہے اور اس کے بعد ان تمام کاغذات کو اکٹھا کرنے کا سلسلہ چل رہاہے۔موٹر رجسٹریشن برانچ میں اس وقت جتنا عملہ موجود تھا وہ تمام اس وقت معطل ہے۔

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر!ظلم کی بات یہ ہے کہ دوسال سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے،1400 سے زیادہ دو نمبر گاڑیاں رجسٹر ہوئیں۔وہاں پر سونیا ناز کا سکینڈل بنا جو ڈی۔آئی۔جی فیصل آباد اور ایس۔پی خالد عبداللہ کا سر لے گئی جبکہ دوسری طرف ابھی محکمہ ایکسائز کی انکوائری مکمل نہیں ہوئی کہ کون کون قصوروار ہے، کس کو کیا سزا دینی چاہئے اور کس سے پیسےrecoverہونے چاہئیں۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب کوشش کریں،ذراانکوائریexpediteکروادیں۔

وزیر آبکاری ومحصولات: جی،بہتر ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ انکوائری کب تک مکمل ہو جائے گی؟ وزیر صاحبon the floor of the Houseاس بارے میں یقین دہانی کروادیں۔ڈاکٹر صاحب ماشاءاللہ بڑے اچھے آدمی ہیں لیکن لگتا ہے کہ راجہ صاحب کی صحبت کاان کی صحت پر اثر ہو گیا ہےاس لئے کہ یہ راجہ صاحب کے نزدیک بیٹھتے ہیں۔

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر!راجہ صاحب ہمارے بڑے بھائی ہیں ہم ان سے سیکھتے رہتے ہیں۔ایسی کوئی بات نہیں ہے،اچھا اثر لینا کوئی بُری بات نہیں ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: راجہ صاحب آج کمیٹی میٹنگ میں ہم سے لڑ کر یہاں پر آئے ہوئے ہیں۔آج وہ صبح سے ایسے ہی بیٹھے ہوئے ہیں میں اسی لئے کہہ رہا ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!میرے بھائی ارشد بگو صاحب میرے لئے قابل احترام ہیں۔ویسے ان کو آج کل میریobsessionہو گئی ہے لیکن میں ان کا دل سے احترام کرتا ہوں۔وہ میرے بھائی ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ، وزیر آبکاری و محصولات!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ یہ انکوائری دو ماہ میں مکمل کر لی جائے گی۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب فرما رہے ہیں کہ یہ انکوائری دو ماہ میں مکمل ہو جائے گی۔ اگلا سوال رانا تجمل حسین صاحب کا ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! ان کے ایماء پر سوال نمبر 5835۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کر لیا جائے۔ (معزز رکن نے رانا تجمل حسین کے ایماء پر طبع شدہ سوال نمبر 5835 دریافت کیا)

جناب سپیکر: اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

موٹر سائیکل رکشہ کی رجسٹریشن فیس اور قانونی حیثیت سے متعلقہ تفصیل

*5835: رانا تجمل حسین: کیا وزیر آبکاری و محصولات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ موٹر سائیکل رکشہ پر رجسٹریشن فیس وصول کی جاتی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ موٹر سائیکل رکشہ کی کوئی قانونی حیثیت نہیں؟

(ج) اگر یہ درست ہے تو کیا حکومت اس کو قانونی حیثیت دینے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک؟

وزیر آبکاری و محصولات:

(الف) یہ درست ہے، موٹر سائیکل رکشہ کو رجسٹر کرتے وقت اس کی قیمت کے ایک فیصد کے حساب سے رجسٹریشن فیس وصول کی جاتی ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے، رکشہ یا موٹر سائیکل رکشہ، موٹر وہیکل آرڈیننس کی دفعہ (22)2 اور دفعہ (23)2 کے تحت موٹر سائیکل اور موٹر وہیکل کی تعریف میں آتے ہیں۔ ان کو باقاعدہ 3-wheeler کے طور پر رجسٹر کیا جاتا ہے۔ اور فنانس آرڈیننس کے تحت اس پر 3-wheeler کے طور پر مبلغ 400 روپے سالانہ موٹر وہیکل ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ اس طرح موٹر وہیکل آرڈیننس کے تحت ہی موٹر وہیکل ایگزامینر اسے پاس کرتا ہے اور سیکرٹری آر ٹی اے اسے روٹ پرمٹ جاری کرتا ہے نہ صرف یہ بلکہ اس کی مینوفیکچرنگ بھی پاکستان سٹینڈرڈ اینڈ کوالٹی کنٹرول اتھارٹی (PS&QCA) کے مروجہ اصولوں کے

مطابق کی جاتی ہے اور وہی ادارہ اس کے استعمال کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں رائے قائم کرتا ہے۔

(ج) متعلقہ نہ ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! جز(ب) میں انہوں نے فرمایا ہے کہ 3-wheeler رکشے باقاعدہ رجسٹر کئے جاتے ہیں، ان سے فیس بھی وصول کی جاتی ہے اور ان کو ایگزامینر چیک بھی کرتا ہے۔ یہ جو 3-wheeler رکشے سڑکوں پر بہت زیادہ شور مچاتے ہوئے پھر رہے ہیں کیا ان کو کبھی چیک کیا گیا ہے؟

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! موٹر سائیکل رکشہ بھی موٹر وہیکل ایکٹ کے تحت رجسٹر ہوتا ہے اور rules کے اندر دو طرح کے رکشے define کئے گئے ہیں۔ اس کی انسپکشن اور دوسرا سلسلہ ٹرانسپورٹ برانچ کرتی ہے ہم صرف اس کی رجسٹریشن کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے کہ موٹر رکشہ چلانے کے لئے کتنی عمر تک ڈرائیور کو allow کرتے ہیں؟ کیونکہ آپ کسی بھی روٹ پر چلے جائیں دس، بارہ اور پندرہ، پندرہ سال کے بچے رکشے چلا رہے ہوتے ہیں اور ان سے ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ محکمہ اس کی چیکنگ میں مکمل طور پر ناکام ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: وزیر موصوف اس کی وضاحت کریں کہ موٹر رکشہ چلانے کے لئے کتنی عمر تک لائسنس allow کرتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! جہاں تک ڈرائیونگ لائسنس کا تعلق ہے وہ ہمارے محکمہ سے متعلق نہیں ہے لیکن میری اطلاع کے مطابق عمومی طور پر 18 سال سے پہلے کسی کو بھی لائسنس جاری نہیں کیا جاتا۔

جناب سپیکر: جب تک شناختی کارڈ نہیں بنتا اس وقت تک ڈرائیونگ لائسنس جاری نہیں ہوتا۔

وزیر آبکاری و محصولات: جی۔اگر کوئی ایسا کر رہا ہے تو وہ غیر قانونی طور پر کر رہا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن میں تو عمل کی بات کر رہا ہوں۔ میں وزیر موصوف کو لے کر چلتا ہوں۔ جس روٹ پر بھی چلے جائیں میں ان کو دکھادوں گا کہ چھوٹے چھوٹے بچے رکشے چلا رہے ہیں۔ انہوں نے تو یہ بلا اپنے سر سے اتار دی کہ یہ میرا کام نہیں ہے لیکن راجہ بشارت صاحب بیٹھے ہیں انہیں اس چیز کا نوٹس لینا چاہئے اور ہدایت کرنی چاہئے کہ teenagers اس کو نہ چلائیں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال جناب سمیع اللہ خان کا ہے۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔ اگلا سوال طاہر اقبال چودھری صاحب کا ہے۔۔۔ وہ بھی تشریف نہیں رکھتے۔ اگلا سوال ملک اصغر علی قیصر صاحب کا ہے۔

ملک اصغر علی قیصر: سوال نمبر 6522، جناب والا! اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع فیصل آباد، سماجی بہبود کے اداروں، پروگراموں اور مزید اداروں کے قیام کی تفصیل

***6522: ملک اصغر علی قیصر:** کیا وزیر سماجی بہبود از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع فیصل آباد میں سوشل ویلفیئر کے تحت کون کون سے ادارے قائم کئے گئے ہیں اور ان میں فلاح و بہبود کے لئے کون کون سے پروگرام ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ فیصل آباد کی آبادی کے لحاظ سے یہ ادارے بہت کم ہیں۔

(ج) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت عوام کی فلاح و بہبود کے لئے مزید ادارے بنانے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر سماجی بہبود:

(الف) تفصیل ضمیمہ (الف) صفحہ نمبر 1 تا 2 ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ فیصل آباد کی آبادی کے لحاظ سے سوشل ویلفیئر کے ادارے کم ہیں۔

(ج) اس ضمن میں محکمہ سوشل ویلفیئر مندرجہ ذیل ادارے قائم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ڈسٹرکٹ گورنمنٹ فیصل آباد کے مالی تعاون سے محکمہ آئندہ تین سال میں یہ سکیمیں شامل کرانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

1۔دارالفلاح:

بے سہارا، مطلقہ، لاوارث اور بیوہ خواتین اور ان کے بچوں کے لئے بحالی، فلاح و بہبود اور تربیت کا ادارہ۔

2۔عافیت:

عمر رسیدہ اور ضعیف افراد کے لئے پناہ گاہ، خوراک، رہائشیں، تفریح کی سہولتوں کے ساتھ

3۔کاشانہ:

لاوارث اور بے سہارا بچیوں کی بحالی، تعلیم و تربیت کا ادارہ۔

4۔چلڈرن پروٹیکشن سنٹر:

قانونی، نفسیاتی، طبی اور معاشرتی مسائل کے حل کے لئے ادارہ۔ جس میں بچوں کو تربیتی تعلیمی تفریحی اور امدادی سہولتیں فراہم ہوں گی۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! جز (الف) میں ہے کہ ضلع فیصل آباد میں سوشل ویلفیئر کے تحت کون کون سے ادارے قائم کئے گئے ہیں۔ محکمے کے جواب کے مطابق وہاں پر ورکنگ ویمن ہوسٹل کے نام سے بھی ایک ادارہ ہے۔ تو میں منسٹر صاحبہ سے پوچھنا چاہوں گا کہ وہاں پر کتنی لڑکیاں کتنے عرصہ سے رہائش پذیر ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: جناب سپیکر! rules کے مطابق تو وہاں پر تین سال سے زیادہ کسی کو بھی رہنے کی اجازت نہیں ہوتی اور انہیں automatically خالی کر دینا چاہئے لیکن مجھے یہاں پر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہاں پر جو بھی ایک دفعہ آ جاتا ہے تو پھر وہ وہاں سے جانے کا خواہش مند نہیں ہوتا۔ اس لئے وہاں کچھ لوگ ہیں جو تین سال سے زیادہ عرصہ سے مقیم ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! میں گزارش کرنا چاہوں گا کہ فیصل آباد کے پوش ایریا میں ورکنگ ویمن ہوسٹل ہے۔ جن لڑکیوں کا ورکنگ سے کوئی تعلق نہیں ہے یعنی جن کا کوئی کام ہی نہیں ہوتا وہ

عرصہ دراز سے وہاں رہ رہی ہیں۔ وہاں پر ایک DDO اقبال ہے جس نے وہاں پر رنڈی خانہ بنایا ہوا ہے اور دلالی کرتا ہے۔ وہاں ورکنگ ویمن ہوسٹل میں گاڑیوں کی لائنیں لگی رہتی ہیں۔ وہاں کے رہائشی لوگ اتنے اکتائے ہوئے ہیں کہ آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ وہاں لڑکیوں کے کمروں میں ائر کنڈیشنز اور ڈی وی ڈی، ٹی وی۔۔۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! میں منسٹر صاحبہ کی اطلاع کے لئے عرض کر رہا ہوں کہ کوئی خصوصی کمیٹی بنا کر وہاں چیک کیا جائے۔ اس کے اوقات مقرر کئے جائیں۔ جو لڑکیاں پانچ پانچ، چھ چھ سال سے وہاں بیٹھی ہیں اور عورتیں بن چکی ہیں ان کو وہاں سے نکالا جائے اور جو deserve کرتی ہیں ان کو میرٹ پر رہائش دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: شکریہ۔ جناب سپیکر! جیسا کہ ابھی میرے بھائی نے بتایا ہے انشاء اللہ تعالیٰ میں اس پر انکوائری کرواتی ہوں اور اگر یہ ثابت ہوا تو پھر rules کے مطابق کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال نمبر 6825، جناب طاہر اقبال چودھری صاحب کا ہے۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔ اگلا سوال نمبر 6831 انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں صاحب کا ہے۔۔۔ وہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔ اگلا سوال شیخ عزیز اسلم صاحب کا ہے۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب سپیکر! On his behalf سوال نمبر 6858 اور میری گزارش ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز رکن نے شیخ عزیز اسلم کے ایماء پر طبع شدہ سوال نمبر 6858 دریافت کیا)

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

صوبہ پنجاب میں بزرگ شہریوں کے لئے رہائشی اداروں کی تفصیل

*6858: **شیخ عزیز اسلم:** کیا وزیر سماجی بہبود از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پنجاب میں بے سہارا بزرگ شہریوں کے لئے محکمہ نے کتنے رہائشی ادارے قائم کئے ہیں؟

(ب) ان اداروں میں مقیم بے سہارا بزرگ شہریوں کو کیا سہولیات مہیا کی جاتی ہیں اور ان اداروں میں داخلے کا کیا معیار ہے؟

(ج) آئندہ کس کس شہر میں مزید ادارے قائم کرنے کا منصوبہ تیار ہے اور اگر کوئی منصوبہ نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے، کیا حکومت بزرگ شہریوں کے لئے رحیم یار خان شہر میں رہائش گاہ تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر سماجی بہبود:

(الف) پنجاب میں بے سہارا بزرگ شہریوں کے لئے محکمہ نے تین رہائشی ادارے لاہور، ملتان اور راولپنڈی میں قائم کئے ہیں۔

(ب) اس ادارہ میں بزرگ شہریوں کو رہائش، کھانا پینا اور تفریحی سہولیات مہیا کی جاتی ہیں۔ اس ادارہ میں داخلہ کے لئے ایسے بزرگ شہری جن کی عمر 50 سال سے زائد اور وہ کسی اچھوتی بیماری میں مبتلا نہ ہوں، داخلہ کے اہل ہیں۔

(ج) موجودہ مالی سال کے دوران مزید دس ادارے درج ذیل شہروں میں قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، 1۔ شیخوپورہ، 2۔ گوجرانوالہ، 3۔ نارووال 4۔ ساہیوال، 5۔ سرگودھا، 6۔ بہاولپور، 7۔ جھنگ، 8۔ ڈی جی خان، 9۔ فیصل آباد، 10 رحیم یار خان

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب سپیکر! جز (ب) میں لکھا ہوا ہے کہ "اس ادارہ میں بزرگ شہریوں کو رہائش، کھانا پینا اور تفریحی سہولیات مہیا کی جاتی ہیں۔ اس ادارہ میں داخلہ کے لئے ایسے بزرگ شہری جن کی عمر 50 سال سے زائد اور وہ کسی چھوتی بیماری میں مبتلا نہ ہوں داخلے کے اہل ہیں۔" جب کسی بزرگ کو چھوت کی بیماری ہو جاتی ہے تو گھر والے بھی اس سے تنگ آ جاتے ہیں۔ یہاں پر حکومت خود لکھتی ہے کہ اس کو چھوت کی کوئی بیماری نہ ہو تو اسے داخلہ دیا جا سکتا ہے otherwise نہیں۔ جب کوئی آدمی بیمار ہوتا ہے اور بزرگ بھی ہوتا ہے تو بزرگی بذات خود ایک بہت بڑی بیماری ہے تو کیا انہوں نے اس کے علاج کے لئے کوئی انتظام کر رکھا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: جناب سپیکر! جو بزرگ شہری ہمارے پاس ہوتے ہیں ان کے میڈیکل چیک اپ کے لئے باقاعدہ ہر ہفتے ڈاکٹر آتا ہے۔ ان کا میڈیکل چیک اپ ہوتا ہے اور انہیں مکمل طور پر میڈیکل کی سہولیات بھی مہیا کرتے ہیں۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: تو پھر یہاں پر یہ کیوں لکھا گیا ہے کہ ان کو کوئی ایسی بیماری نہ ہو، ان کا داخلہ ممنوع ہے، باقی داخل ہو سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: جناب سپیکر! وہ اس لئے لکھا ہوا ہے کہ وہاں پر پہلے سے موجود جو بوڑھے بزرگ ہوتے ہیں، آپ کو پتا ہے کہ جب انسان بوڑھا اور کمزور ہو تو اسے جلدی بیماری لگ جاتی ہے اس لئے وہاں پر یہ provision رکھی گئی ہے کہ لوگ اپنے والدین یا بزرگوں کو چھوت کی بیماری کی وجہ سے بوجھ سمجھتے ہوئے انہیں وہاں پر نہ پھینکیں بلکہ ان کا علاج کروائیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ ڈاکٹر وسیم صاحب!

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: کافی ضمنی سوال ہو گئے ہیں۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب والا! جواب کے جز (ج) میں لکھا ہوا ہے کہ "حکومت موجودہ مالی سال کے دوران مزید دس ادارے درج ذیل شہروں میں قائم رکھنے کا ارادہ رکھتی ہے ان میں بہاولپور کا نام بھی ہے۔ میں یہ ضمنی سوال پوچھنا چاہتی ہوں کہ حکومت یہ ادارے کب تک بنانے کا ارادہ رکھتی ہے؟ کوئی تاریخ بتادیں چونکہ تین سال تو ہو گئے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: ہم نے منظوری کے لئے P&D کو بھیجا ہے اور انشاء اللہ جون 2006 تک کام شروع ہو جائے گا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ہماری سوسائٹی کا یہ المیہ ہے کہ جیسے ہمارے بچے سڑکوں پر گداگری کرتے پھرتے ہیں اس طرح ہماری قدریں جو ہماری خاندانی روایات تھیں ان کے خلاف ہم نے اپنے بزرگوں کو سڑکوں کے لئے چھوڑ دیا ہے اس لئے اب یہ "اولڈ ہاؤس" جیسے ادارے بن رہے ہیں۔ محترمہ نے کہا کہ اس مالی سال میں دس اضلاع میں یہ ادارے بنائیں گے تو میرا ان سے ضمنی

سوال ہے کہ سیالکوٹ چھ لاکھ آبادی کا شہر ہے اور انڈسٹریل سٹیٹ بھی ہے کیا یہ سیالکوٹ میں بھی کوئی "اولڈ ہاؤس" بنانے کا ارادہ رکھتی ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: جناب والا! اگلے مالی سال میں جن دس اضلاع کی provision ہو گی ان میں سیالکوٹ بھی شامل ہے۔

جناب سپیکر: جی اگلے مالی سال میں ہو گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ۔۔۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! اس میں بہاولپور شامل ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں نے اور بات کرنی ہے۔

جناب سپیکر: جی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! یہ محکمہ سماجی بہبود ہے اور آپ یقیناً اس سے اتفاق کریں گے کہ جب آدمی بزرگی کے اندر ہوتا ہے تو وہ اپنے گھر میں بچوں، پوتوں اور پوتیوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہے۔ اگر کسی وجہ سے اس قسم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ بزرگوں کو گھر سے نکال دیا جاتا ہے تو کیا محکمے کے پاس ایسا کوئی نظام موجود ہے کہ وہ اس خاندان والوں کے ساتھ کوئی negotiation کر کے معاملات کی اصلاح کر کے اس بزرگ کو واپس اپنے گھر میں بھجوا سکے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: جناب سپیکر! بالکل۔ ہم باقاعدہ ایڈوائزری کمیٹی کے ذریعے ان لوگوں سے رابطہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے بزرگوں کی عزت کریں اور ان کو بوجھ تصور نہ کریں بلکہ ان کو اپنے گھروں میں رکھیں لیکن اگر ان کا کوئی فیملی ممبر ہی نہیں ہے یا وہ نہیں رکھنا چاہتے تو پھر محکمہ ان کو adopt کرتا ہے اور ان کو باقاعدہ بڑی عزت و احترام کے ساتھ رکھتا ہے۔ اگر محترم بھائی دیکھنا بھی چاہیں تو most welcome ہم انہیں دکھانے کے لئے بھی تیار ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال جناب سمیع اللہ خان صاحب!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! On his behalf Q. No. 6897 (معزز رکن نے جناب سمیع اللہ خان کے ایماء پر طبع شدہ سوال نمبر 6897 دریافت کیا)

جناب سپیکر: اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کر لیا جائے؟

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جی، پڑھا ہوا تصور کر لیں۔

لاہور میں خواتین کی بہبود کے ادارہ جات اور ویلفیئر منصوبہ جات کی تفصیل

*6897: جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر سماجی بہبود از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) لاہور میں خواتین کی بہبود کے لئے محکمہ کے زیر کنٹرول کام کرنے والے ادارہ جات کے نام اور تعداد کیا ہے؟

(ب) کیا خواتین کی ویلفیئر اور بے روزگاری کو کم کرنے کے لئے کوئی منصوبہ جات زیر غور ہیں۔ اگر ہاں تو کیا اور ان پر لاگت کا تخمینہ کیا ہے اور کب تک ان پر عملدرآمد ہونے کا امکان ہے؟

وزیر سماجی بہبود:

(الف) لاہور میں محکمہ سوشل ویلفیئر کے زیر انتظام خواتین کے درج ذیل ادارے کام کر رہے ہیں:۔

نمبر شمار	نام ادارہ	تعداد
1۔	صنعت زار	1
2۔	دارالامان	1
3۔	دارالفلاح	1
4۔	ہوسٹل فار ورکنگ ویمن	1
5۔	عافیت (زنانہ/مردانہ)	1
6۔	نشیمن (زنانہ/مردانہ)	1
7۔	کاشانہ	1
8۔	قصر بہبود	1
9۔	پناہ	1
10۔	ہاف وے ہاؤس (زنانہ/مردانہ)	1

11۔	ڈس ایبلڈ ہوم (زنانہ/مردانہ)	1
12۔	وومن جیل پراجیکٹ	2
	کل تعداد	13

(ب) خواتین کی بے روزگاری اور ویلفیئر کے لئے محکمہ بہت سارے منصوبہ جات چلا رہا ہے جن میں سر فہرست ڈسٹرکٹ انڈسٹریل ہوم (صنعت زار) ہے جہاں پر خواتین کو ٹریننگ دی جاتی ہے تاکہ وہ معاشی طور پر خود کفیل ہو سکیں گزشتہ سال کے دوران 30897 خواتین کو ٹریننگ دی گئی۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! سوال کے جز (ب) میں تھا کہ کیا خواتین کی ویلفیئر اور بے روزگاری کو کم کرنے کے لئے کوئی منصوبہ جات زیر غور ہیں۔ اگر ہاں تو کیا اور ان پر لاگت کا تخمینہ کیا ہے اور کب تک، ان پر عملدرآمد ہونے کا امکان ہے؟ میری گزارش ہے کہ وزیر صاحبہ اس جز کا جواب پڑھ کر بتادیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: جناب سپیکر! ذرا سوال دہرادیں۔

جناب سپیکر: انہوں نے اپنا سوال دہرایا ہے۔ انہوں نے جز (ب) کا جواب مانگا ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! جز (ب) کا جواب پڑھ کر سنادیں۔

وزیر سماجی بہبود: جناب سپیکر! جز (ب) کا جواب ہے کہ "خواتین کی بے روزگاری اور ویلفیئر کے لئے محکمہ بہت سارے منصوبہ جات چلا رہا ہے جن میں سر فہرست ڈسٹرکٹ انڈسٹریل ہوم (صنعت زار) ہے جہاں پر خواتین کو ٹریننگ دی جاتی ہے تاکہ وہ معاشی طور پر خود کفیل ہو سکیں۔ گزشتہ سال کے دوران 30897 خواتین کو ٹریننگ فراہم کی گئی۔"

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! اب آپ یہ خود دیکھ سکتے ہیں کہ سوال کیا دیا گیا تھا اور وزیر صاحبہ نے اس کا جواب کیا دیا ہے۔ ہم نے تو بے روزگاری ختم کرنے کے لئے منصوبہ جات اور ان پر لاگت کا پوچھا تھا لیکن آپ اس کا جواب دیکھ لیں۔ پوچھا کچھ گیا ہے اور جواب کچھ آیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ غلط ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ جواب تھوڑا ساdiffer کرتا ہے۔

وزیر سماجی بہبود: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے عظمیٰ بخاری صاحبہ کو تھوڑا سا بتا دوں کہ بے روزگاری ختم کرنے کے لئے محکمہ سماجی بہبود کے پاس as such کوئی پلاننگ نہیں ہوتی۔ ہم نے جو تمام ادارے بنائے ہوئے ہیں یہ خواتین کو ہنر مند بنا کر اپنے پاؤں پر خود کھڑا کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ ہم نے یہ ٹریننگ سنٹر بنائے ہیں جہاں پر خواتین ہنر مند بن کر خود کفیل ہو سکیں۔ as such ہم بے روزگاری ختم کرنے کے لئے کوئی ایسا پراجیکٹ رکھتے ہیں اور نہ ہی گورنمنٹ ہمیں اس کے لئے کوئی ایسا فنڈ دیتی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ عظمیٰ بخاری!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! اب آپ خود دیکھ لیجئے کہ ایک اور misstatement ہے کہ خواتین کی بے روزگاری اور ویلفیئر کے لئے محکمہ بہت سارے منصوبے چلا رہا ہے۔ ایک طرف یہ کہا جا رہا ہے کہ منصوبہ جات چلائے جا رہے ہیں اور دوسری طرف محترمہ فرما رہی ہیں کہ کوئی منصوبہ ہم نہیں چلا رہے۔ کس بات کو ہم صحیح مان لیں یعنی یہ misstatement کی انتہا ہے پہلے اس کا جواب غلط دیا گیا اور محترمہ کو محکمے نے جو جواب دیا ہے بالکل اس کو differ کر کے فرما رہی ہیں۔ کونسا جواب درست ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: جناب سپیکر! عظمیٰ بخاری صاحبہ ویسے سوالوں میں سے سوال نکال رہی ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارا محکمہ ویلفیئر کے لحاظ سے خواتین کی بھلائی کے لئے بے شمار کام کر رہا ہے۔ بے روزگاری ختم کرنا سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ کا کام نہیں ہے۔ بلکہ اس میں خواتین کو ہنر مند بنا کر بے روزگاری کے مسئلے کو تھوڑا سا کم کرنے کے لئے بھلائی کا پہلو نکالا گیا ہے۔ اس پر ہم کام کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ فرزانہ راجہ صاحبہ!

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! محترمہ نے دو دفعہ فرمایا ہے کہ وہ خواتین کو ٹریننگ دے رہی ہیں---

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب والا! پہلے تو جز(ب) کا جواب ہی غلط دیا گیا ہے لیکن میں ان سے اگلا سوال پوچھتی ہوں کہ یہ بار بار ٹریننگ کا کہہ رہی ہیں کہ ہم خواتین کو دے رہے ہیں۔ یہ کس چیز کی ٹریننگ دے رہے ہیں، ان کو ہنر مند بنانے کے لئے وہ کیا ٹریننگ ہے اور میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر آپ ان خواتین کو ہنر مند بنا دیتے ہیں تو پھر اس کے بعد ان خواتین کو کیا مواقع میسر کئے جاتے ہیں، کیا ان کو loan دیا جاتا ہے یا ان کے لئے کوئی مارکیٹنگ سنٹر بنائے گئے ہیں یا ان کو آگے بھی کوئی ایسی سہولتیں دی گئی ہیں؟

جناب سپیکر: شکریہ۔

محترمہ فرزانہ راجہ: ان کو جو ٹریننگ ملی ہے اس سے کیسے فائدہ اٹھا سکتی ہیں؟

جناب سپیکر: وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: جناب سپیکر! اس کے لئے میں ان کو تھوڑا سا brief کر دوں کہ "صنعت زار" اور "قصر بہبود" میں خواتین کا جو ویلفیئر سنٹر ہے اس میں باقاعدہ candle-making سے لے کر کمپیوٹر کی ٹریننگ، ٹائپنگ، تمام سلائی کڑھائی اور بیوٹیشن کے کورسز تک ان کو کرواتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں ان کو یہ بھی بتاتی چلوں کہ ورکنگ ویمن کے لئے بنک کے through ہم ان کو loaning کرتے ہیں اور "اخوت" ہماری ایک آرگنائزیشن ہے جس کا پچھلے دنوں میں بھی آپ نے دیکھا ہوگا ہم ان کو قرض حسنہ کے طور پر فنڈز دیتے ہیں تاکہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو سکیں۔

جناب سپیکر: حاجی محمد اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: شکریہ۔ جناب سپیکر! اسی سوال کے جز(ب) میں فرمایا گیا ہے کہ ڈسٹرکٹ انڈسٹریل ہوم میں خواتین کو ٹریننگ دی جاتی ہے تاکہ وہ معاشی طور پر خود کفیل ہو سکیں۔ گزشتہ سال کے دوران 30897 خواتین کو ٹریننگ دی گئی۔ میرا ان سے ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ جن 30897 خواتین کو ٹریننگ دی گئی ہے۔ ظاہر ہے یہ trained لوگ ہو گئے، ہنر مند ہو گئے کیا ان کو گورنمنٹ کی jobs دلوانے کے لئے بھی کوئی بندوبست کیا گیا ہے تاکہ یہ لوگ گورنمنٹ کی ملازمت حاصل کر سکیں؟

جناب سپیکر: وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: جناب سپیکر! اس مسئلے پر میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کروں گی کہ ہم ان کو یہاں پر جو ٹریننگ دیتے ہیں وہ زیادہ تر ایسی ہے کہ self basis پر یہ لوگ آگے آئیں۔ جو لوگ ٹیکنیکل سائیڈ پر اپنی ٹریننگ لیتے ہیں وہ لوگ گورنمنٹ کی ملازمت کے لئے apply کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! انہوں نے اپنے جواب میں لکھا ہے کہ لاہور میں سوشل ویلفیئر کے تحت کوئی 12 پراجیکٹ کام کر رہے ہیں، اس کی لسٹ بھی دی گئی ہے، اس میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ جو اتنے سارے ادارے کام کر رہے ہیں براہ مہربانی اس کی وضاحت کر دیں کہ ہر ادارے کا ایریا اور اس کا purview کیا ہے، اس کی تفصیل بتائیں کہ کیا کیا کام کرتے ہیں؟

جناب سپیکر: وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: جناب والا! یہ fresh question بنتا ہے انہیں کہیں کہ یہ fresh question کریں۔

جناب سپیکر: جی، عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: شکریہ۔ جناب سپیکر! ابھی محترمہ نے فرسٹ ویمن بنک کے حوالے سے بھی ہمیں کہا کہ وہ خواتین کی بے روزگاری کو ختم کرنے کے لئے قرضہ جات دیتے ہیں۔ میں یہاں پر یہ کہنا چاہوں گی کہ جو فرسٹ ویمن بنک قائم کئے گئے تھے یہ محترمہ بے نظیر بھٹو کی گورنمنٹ کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! میں ضمنی سوال ہی پوچھ رہی ہوں، میں ان سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ آج کل جن خواتین کو قرضے دیئے جاتے ہیں ان کا criterion کیا ہے۔ کس criterion پر خواتین کو قرضے دیئے جاتے ہیں؟

جناب سپیکر: وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: جناب والا! یہ fresh question ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! ایک تو غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ پہلے تو میں محترمہ سے کہوں گی کہ جز(ب) کا غلط جواب دینے پر ان کو ایوان سے معافی مانگنی چاہئے۔ یہ غلط بات ہے اور غلط جواب دیا گیا ہے اوپر سے ہر بات جو ہم پوچھتے ہیں تو وہ کہتی ہیں کہ fresh question بنتا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! محترمہ اگر تیاری کر کے نہیں آئیں تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ پھر ایک fresh minister بنا دیں۔ fresh question ہم ان سے پوچھ لیں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال چودھری زاہد پرویز صاحب!

چودھری زاہد پرویز: سوال نمبر 6934

لاہور اور گوجرانوالہ میں بے سہارا بزرگ شہریوں کے رہائشی اداروں میں داخلہ کا معیار اور دستیاب سہولیات کی تفصیل

*6934: چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر سماجی بہبود از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) گوجرانوالہ اور لاہور میں بے سہارا بزرگ شہریوں کے لئے محکمہ نے کتنے رہائشی ادارے قائم کئے ہیں؟

(ب) ان اداروں میں مقیم بے سہارا بزرگ شہریوں کو کیا سہولیات مہیا کی جاتی ہیں اور ان اداروں میں داخلہ کا کیا معیار ہے؟

(ج) آئندہ کس کس ضلع میں مزید ادارے قائم کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا ہے اور اگر کوئی منصوبہ نہیں تیار کیا گیا تو اس کی کیا وجہ ہے، کیا حکومت بزرگ شہریوں کے لئے گوجرانوالہ میں رہائش گاہ تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر سماجی بہبود:

(الف) فی الحال لاہور میں بے سہارا بزرگ شہریوں کے لئے صرف ایک ادارہ کام کر رہا ہے۔

(ب) اس ادارہ میں بزرگ شہریوں کو رہائش، کھانا پینا اور تفریحی سہولیات مہیا کی جاتی ہیں۔ اس ادارہ میں داخلہ کے لئے ایسے بزرگ شہری جن کی عمر 50 سال سے زائد اور وہ کسی چھوتی بیماری میں مبتلا نہ ہوں، داخلے کے اہل ہیں۔

(ج) موجودہ مالی سال کے دوران حکومت مزید دس ادارے درج ذیل شہروں میں قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے:۔

1۔ شیخوپورہ 2۔ گوجرانوالہ 3۔ نارووال 4۔ ساہیوال 5۔ سرگودھا 6۔ بہاولپور

7۔ جھنگ 8۔ ڈی۔ جی۔ خان 9۔ فیصل آباد 10۔ رحیم یار خان

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

چودھری زاہد پرویز: جناب والا! میرا سوال تھا کہ " گوجرانوالہ اور لاہور میں بے سہارا بزرگ شہریوں کے لئے محکمہ نے کتنے رہائشی ادارے قائم کئے۔" اس کا انہوں نے جواب یہ دیا ہے کہ "فی الحال لاہور میں بے سہارا بزرگ شہریوں کے لئے صرف ایک ادارہ کام کر رہا ہے۔" تقریباً بیس سال ہو گئے ہیں کہ گوجرانوالہ ڈویژن بنا ہوا ہے اور اس کی آبادی سولہ، سترہ لاکھ سے زیادہ ہے لیکن وہاں پر آج تک بزرگ شہریوں کے لئے کوئی ادارہ قائم نہیں کیا گیا۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ لاہور کا جو ادارہ ہے اس میں کتنے بزرگ شہری رہائش پذیر ہیں جن کو گورنمنٹ سہولتیں فراہم کر رہی ہے۔

جناب سپیکر: وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں آپ کو بتا دوں کہ اگلے دس اضلاع جن میں ہم نے یہ ادارے بنانے ہیں ان میں گوجرانوالہ دوسرے نمبر پر ہے۔ دوسرا لاہور میں اس وقت 37 افراد موجود ہیں جن میں 23 مرد ہیں اور باقی خواتین ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ، جناب پرویز رفیق!

جناب پرویز رفیق: جناب والا! انہوں نے فرمایا ہے کہ ہم دس ادارے بنائیں گے۔ اگر کوئی پرائیویٹ این جی او زیا آرگنائزیشن کسی بھی ضلع یا شہر میں بزرگوں کے لئے کوئی ادارہ بنانا چاہے تو حکومت کس حد تک ان کو compensate کر سکتی ہے، کیا حکومت ان کو کوئی اس سلسلے میں land دے سکتی ہے، یا lease پر مل سکتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: جناب سپیکر! حکومت ان کو land provide نہیں کر سکتی۔ ان کو اپنی accommodation پر محکمے کی طرف سے جو بھی قانونی طور پر تحفظ چاہئے وہ ہم دے سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ پروین مسعود بھٹی!

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب سپیکر! محترمہ کی بات پر ہی میرا یہ ضمنی سوال ہے۔انہوں نے کہا ہے کہ ویمن بنک خواتین کو قرضے دیتا ہے۔ بنک کا طریق کار اتنا غلط ہے، 25ہزار روپے یہ ایک خاتون کو دیتے ہیں اور وہ بھی اس صورت میں کہ پانچ عورتیں اکٹھی ہو جائیں یا چار عورتیں اکٹھی ہو جائیں تو وہ قرضہ لے سکتی ہیں۔ مجھے یہ بتائیں کہ چار یا پانچ عورتیں کیسے اکٹھی ہوں گی کیونکہ جو غریب عورتیں ہوتی ہیں ان کو کچھ پتا نہیں ہوتا۔ یہ مجھے بتائیں کہ اس کے لئے انہوں نے کوئی دوسرا طریق کار اختیار کیا ہے یا وہی پرانا طریقہ رائج ہے؟

جناب سپیکر: وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: جناب سپیکر! ہر بنک کا اپنا ایک چارٹر ہوتا ہے اور وہ اس کے مطابق چلتے ہیں۔ وہ ہمارے محکمے کے ماتحت نہیں ہیں۔ میں یہ چاہوں گی کہ یہ سوال چونکہ بنکوں سے related ہے اس لئے اُنہی کے ساتھ کیا جائے تاکہ وہی اس کا بہتر جواب دے سکیں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال راجہ طارق کیانی صاحب!

راجہ طارق کیانی: سوال نمبر 7108

ضلع راولپنڈی میں محکمہ کے زیر انتظام دستکاری سکولز و دیگر تفصیلات

*7108: **راجہ طارق کیانی:** کیا وزیر سماجی بہبود از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ سماجی بہبود و ترقی خواتین کے ضلع راولپنڈی میں قائم دستکاری سکولز کی مکمل تفصیل مع ایڈریس بیان کی جائے۔ ان دستکاری سکولز میں خواتین کو کس کس دستکاری اور ہنرمندی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان سکولز میں دستیاب سہولیات، سٹاف اور خواتین کی تعداد بیان فرمائیں؟

(ب) گھریلو صنعت سازی کے شعبے میں خواتین کے لئے کیا کیا منصوبے ہیں اور ان منصوبہ جات پر عملدرآمد کے لئے حکومت آئندہ کیا نئے اقدامات کرنا چاہتی ہے۔ایسی صنعت سازی کے ٹیکنیکل سکولز یا اداروں کی تفصیل بیان کی جائے؟

(ج) ضلع ہذا میں خواتین کے دستکاری سکولز کا انتظامی ڈھانچہ کیا ہے اور کون کون سی خواتین آفیسرز کس کس پوسٹ پر کام کر رہی ہیں؟ ان کے نام، ایڈریس اور مکمل کوائف مع تعیناتی کا عرصہ تفصیلاً بیان فرمائیں؟

وزیر سماجی بہبود:

(الف) محکمہ سماجی بہبود و ترقی خواتین کی طرف سے این جی اوز کے اشتراک سے قائم کردہ انڈسٹریل سکولز کی تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ ان اداروں میں خواتین کو مقامی کڑھائی اور سلائی کی تربیت فراہم کی جاتی ہے۔ ان تمام سکولوں میں تعینات خواتین ٹیچرز کی تعداد اور استفادہ کنندگان کی تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) گھریلو صنعت سازی کے شعبے میں خواتین راولپنڈی میں ویمن ڈویلپمنٹ سنٹر، سلائی مرکز، صنعت زار اور ویمن کمیونٹی سنٹر کام کر رہے ہیں۔ محکمہ صنعت زار کے طرز پر انڈسٹریل ہوم اب راولپنڈی کی تمام تحصیلوں میں قائم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

(ج) ضلع ہذا میں دستکاری سکولوں میں صرف ایک خاتون ٹیچر این جی او کی طرف سے تعینات کی جاتی ہے اور حکومت اس کو 500 روپے ماہانہ اعزازیہ دیتی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

راجہ طارق کیانی: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جواب کے جز (ب) میں فرمایا ہے کہ "ویمن ڈویلپمنٹ سنٹر "سلائی مرکز" کے تحت باقی تحصیلوں میں بھی قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔" میں وزیر موصوف سے یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ پچھلے ایک سال سے ان کا پروگرام چل رہا ہے۔ آپ کا محکمہ کب تک اس کو تحصیل سطح تک لے جائے گا۔

وزیر سماجی بہبود: انشاء اللہ اسی سال ہو جائے گا اور ہم نے اس پر کام شروع کر دیا ہے۔

جناب سپیکر: سماں صاحب!

چوہدری اعجاز احمد سماں: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز (ب) میں انہوں نے بتایا ہے کہ "مالی امداد کی تفصیل تتمہ (الف) اور (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔" اس کی تفصیل یہ پڑھ کر سنا دیں۔

جناب سپیکر: وزیر سماجی بہبود!

وزیر سماجی بہبود: جناب والا! انہیں تتمہ (الف) کی تفصیل چاہیئے یا (ب) کی چاہیئے؟

جناب سپیکر: جز (ب) کی تفصیل چاہیئے۔

وزیر سماجی بہبود: گھریلو صنعت سازی کے شعبے میں خواتین راولپنڈی میں ویمن ڈویلپمنٹ سنٹر سلائی مرکز صنعت زار اور ویمن کیمونٹی سنٹر کام کر رہے ہیں۔ محکمہ صنعت زار کی طرز پر انڈسٹریل ہوم اب راولپنڈی کی تمام تحصیلوں میں قائم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس میں اب اور کیا پڑھنا ہے؟

جناب سپیکر: محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! پھر وہی بات ہے کہ جز (ج) کے متعلق میں عرض کروں گی کہ پہلے محترمہ سوال پڑھ لیں پھر اس کے بعد جواب بھی پڑھ کر سنادیں۔

جناب سپیکر: جز (ج) کا جواب پڑھ دیں۔

وزیر سماجی بہبود: جناب والا! ضلع ہذا میں دستکاری سکولوں میں صرف ایک خاتون ٹیچر این جی او کی طرف سے تعینات کی جاتی ہے اور حکومت اس کو پانچ سو روپے ماہانہ اعزازیہ دیتی ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! میری محترمہ سے گزارش ہے کہ وہ سوال بھی پڑھ دیں۔ سوال پہلے پڑھ دیں اور اس کے بعد اس کا جواب پڑھ دیں۔ اس کے بعد اس کو explain کر دیں۔

وزیر سماجی بہبود: محترمہ عظمیٰ بخاری صاحبہ! اگر آپ سب سے پہلے question پر آتی ہیں تو میں پڑھ دیتی ہوں۔ ضلع ہذا میں خواتین کے دستکاری سکولوں کا انتظامی ڈھانچہ کیا ہے اور کون کون سی خواتین آفیسرز کس کس پوسٹ پر کام کر رہی ہیں۔ ان کے نام، ایڈریس اور مکمل کوائف مع تعیناتی عرصہ تفصیل سے بیان فرمائیں؟

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین رائے اعجاز احمد کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین! محترمہ کو جس چیز کا difference لگ رہا ہے یہ تمام دستکاری سکول این جی اوز چلاتی ہیں ان کا انتظامی ڈھانچہ بھی این۔ جی۔ اوز بناتی ہیں اور وہی ٹیچر رکھتی ہیں۔ محکمہ صرف پانچ سو روپے اعزازیہ دیتا ہے، باقی تنخواہ این جی او خود دیتی ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: ہم نے پوچھا تھا کہ انتظامی ڈھانچہ کیا ہے اور کون کون سی خواتین آفیسرز کس کس پوسٹ پر کام کر رہی ہیں؟ ان کے جواب کے مطابق تو مجھے لگتا ہے کہ این۔ جی۔ او کی ایک ہی

خاتون ہے جو اس پورے صنعت زار کو چلاتی ہے۔

وزیر سماجی بہبود: جناب چیئرمین! پہلی بات یہ ہے کہ دستکاری سکول صنعت زار کے تحت نہیں آتا۔ دستکاری سکول این جی اوز خود چلاتی ہیں۔ ہم انہیں صرف اعزازیہ دیتے ہیں۔

محترمہ فرزانہ راجہ: اگر اعزازیہ گورنمنٹ دیتی ہے جو پانچ سو روپے ماہانہ ہے تو پھر گورنمنٹ کا concern کیوں نہیں ہوتا؟ مزید ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ پانچ سو روپے ماہانہ کتنی خواتین کو جاتا ہے اور کہاں کہاں جاتا ہے اور اس کا ٹوٹل بجٹ کتنا ہے؟

وزیر سماجی بہبود: جناب چیئرمین! یہ fresh information پوچھ رہی ہیں لہٰذا یہ fresh question کریں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب چیئرمین! محترمہ کی جس سوال کی تیاری نہیں ہوتی تو کہتی ہیں کہ fresh question کریں۔ 500 روپے اعزازیہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ پنجاب گورنمنٹ کے تحت آتا ہے۔

جناب چیئرمین: عظمیٰ صاحبہ! ان کے پاس جواب نہیں ہے اس لئے آپ fresh question کر لیں۔ عظمیٰ صاحبہ! آپ بیٹھ جائیں، شکریہ۔ next question حاجی اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: سوال نمبر 7113۔

ضلع لاہور میں خدمت خلق کی رجسٹرڈ انجمنوں کی تعداد اور دیگر تفصیلات

*7113: حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر سماجی بہبود از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع لاہور میں خدمت خلق کے لئے کام کرنے والی رجسٹرڈ رفاہی انجمنوں کی کتنی تعداد ہے؟

(ب) ان میں سے جن انجمنوں کو بیرونی ممالک سے امداد ملتی ہے، ان کے نام کیا ہیں؟

(ج) حکومت نے بیرونی ممالک سے امداد وصول کرنے والی انجمنوں کے فنڈز کی آڈٹ اور ان کی عملاً کارکردگی کا جائزہ لینے کا کیا انتظام کیا ہے؟

وزیر سماجی بہبود:

(الف) ضلع لاہور میں رجسٹرڈ رفاہی انجمنوں کی تعداد 878 ہے۔

(ب) بیرون ملک سے امداد لینے والی تنظیمیں اپنے اکاؤنٹس کی تفصیل محکمہ کو بتانے کی پابند نہ ہیں جس کی وجہ سے محکمہ کے پاس اس کا کوئی ریکارڈ موجود نہ ہے۔

(ج) محکمہ سماجی بہبود سے رجسٹرڈ تنظیمیں اپنی سالانہ کارکردگی اور آڈٹ رپورٹ محکمہ کو جمع کروانے کی پابند ہیں۔ اگر کوئی تنظیم اپنی رپورٹ جمع نہیں کرواتی تو محکمہ اس کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کرتا ہے۔ تاہم یہ تنظیمیں اپنی غیر ملکی امداد کی تفاصیل محکمہ کو بتانے کی پابند نہ ہیں لیکن جب بھی محکمہ کو ان کے خلاف کوئی شکایت موصول ہوتی ہے تو محکمہ ضروری کارروائی کرتا ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب چیئرمین! اس میں میرا ضمنی سوال ہے۔ انہوں نے جواب دیا ہے کہ بیرون ملک سے امداد لینے والی تنظیمیں اپنے اکاؤنٹس کی تفصیلات محکمے کو بتانے کی پابند نہ ہیں جس کی وجہ سے محکمے کے پاس ان کا کوئی ریکارڈ موجود نہ ہے۔ بہت سی ایسی تنظیمیں جو بوگس طور پر بنی ہوئی ہیں وہ بیت المال سے امداد بھی لیتی ہیں، گورنمنٹ سے بھی لیتی ہیں اور بیرون ملک سے بھی امداد لیتی ہیں تو ان کا آڈٹ ہونا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم انہیں چیک نہیں کر سکتے اس کی کیا وجہ ہے؟

وزیر سماجی بہبود: جناب چیئرمین! جو این جی اوز ہمارے ساتھ رجسٹرڈ ہیں ان کا باقاعدہ check and balance کا قانون 1961 موجود ہے اس کے تحت ہم ہر سال ان کا باقاعدہ آڈٹ کرواتے ہیں اور ان کا باقاعدہ check and balance رکھتے ہیں اور جو این۔جی۔اوز ہمارے ساتھ رجسٹرڈ نہیں ہیں ہم ان کا آڈٹ نہیں کر سکتے۔

جناب تنویر اشرف کائرہ: جناب چیئرمین! ہمارے ہاں ایک پاکستان بیت المال اور دوسرا پنجاب بیت المال دو ادارے ہیں جو ایک ہی کام کرتے ہیں۔ پنجاب بیت المال کے پاس کم فنڈز ہوتے ہیں اور پاکستان بیت المال کے پاس زیادہ فنڈز ہوتے ہیں لیکن دونوں ادارے ایک ہی کام کرتے ہیں اور سٹاف علیحدہ علیحدہ رکھا ہوا ہے تو ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ یہ اس کو کیوں merge نہیں کر دیتے؟

جناب چیئرمین: فیڈرل کے پاس زیادہ فنڈز ہیں یہ تو ان کی مرضی ہے نا۔ آپ پنجاب کی بات کریں۔

جناب تنویر اشرف کائرہ: جناب چیئرمین! میری یہ گزارش ہے کہ بیت المال ایڈمنسٹریشن پر سارے فنڈز ضائع ہو رہے ہیں۔ فرض کریں کہ گجرات میں فنڈ صرف ایک لاکھ آتا ہے اور وہاں پر سٹاف ممبرز پاکستان بیت المال کے بھی ہیں اور پنجاب بیت المال کے بھی ہیں تو وہ سارے فنڈز تو

ایڈمنسٹریشن پر خرچ ہو جاتے ہیں تو اس طرح سے دو ادارے ایک ہی کام کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: پہلے آپ کو بتایا ہے کہ یہ پاکستان بیت المال کے جواب دہ نہیں ہیں۔ آپ صوبے کے بارے میں بات کریں۔ جی، اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب چیئرمین! ابھی انہوں نے فرمایا ہے کہ جو رفاہی ادارے ان کے ساتھ رجسٹرڈ ہیں یہ ان کا سالانہ آڈٹ کرتے ہیں۔ اسی سوال کے جز (ب) میں فرمایا گیا ہے کہ "بیرون ملک سے امداد لینے والی تنظیمیں اپنے اکاؤنٹس کی تفصیل محکمہ کو بتانے کی پابند نہ ہیں جس کی وجہ سے محکمہ کے پاس کوئی ریکارڈ موجود نہ ہے۔" ایک طرف تو یہ فرما رہی ہیں کہ جو تنظیمیں ان کے پاس رجسٹرڈ ہیں محکمہ ان کا سالانہ آڈٹ کرتا ہے اور ایک طرف یہ فرما رہی ہیں کہ جو امداد بیرون ملک سے آتی ہے ہمارا محکمہ ان کا آڈٹ کرنے کا پابند نہ ہے۔ اس کو clear کریں کہ اس میں تضاد کیوں ہے؟

جناب چیئرمین: جی، وزیر صاحبہ!

وزیر سماجی بہبود: جناب چیئرمین! میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ ہمارے ساتھ ایسی کوئی این۔جی۔او رجسٹرڈ نہ ہے جو کہ بیرون ملک سے فنڈز لیتی ہے اس لئے ہمارے پاس اس کا کوئی ریکارڈ بھی نہیں ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ 1961 کے قانون میں کوئی ایسی شق موجود نہیں جس کی وجہ سے ہم ان سے کوئی تفصیل لے سکیں۔

جناب چیئرمین: .Thank you جی، محترمہ عابدہ بی بی!

محترمہ عابدہ جاوید: جناب چیئرمین! میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ میں یہاں یہ بات کہنا بے حد ضروری سمجھتی ہوں کہ پاکستان ایک اسلامی فلاحی مملکت ہے۔ یہاں پر ہم جو خدمت خلق کرنا چاہتے ہیں آپ کو یہ دیکھنا اور سوچنا ہے کہ کیا آپ دیانتداری سے کام کر رہے ہیں۔ خدمت خلق کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ ساری انسانیت سے کہا کہ ایک دوسرے کا خیال رکھا کریں۔ ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی سے پیش آئیں، ان کی مشکلات میں ان کے کام آئیں اور میں یہاں یہ بات کرنا چاہتی ہوں اور یہاں پر میں بہت لمبی چوڑی بات نہیں کرتی کہ میں اپنے نکتے سے نہ ہٹ جاؤں۔ میں یہاں یہ بات کہنا چاہ رہی ہوں کہ حکومت نے بیرونی ممالک سے امداد وصول کرنے والی انجمنوں کے فنڈز کے آڈٹ اور ان کی عملی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لئے کیا انتظامات کئے ہیں۔ یہاں پر ہمیشہ سے چکر بازی ہوتی ہے۔ جو لوگ سچائی سے کام کرتے ہیں ان کے لئے

مشکلات پیدا کی جاتی ہیں اور جو لوگ چکر بازیاں کرتے ہیں ان کے لئے آسانیاں پیدا کی جاتی ہیں۔ حق سچ اللہ تعالیٰ نے بے نقاب کرنا ہے۔ ہم لوگوں نے اگر دیانتداری سے کام کیا ہے تو ہماری ہر چیز شفاف ہے اور آپ کے سامنے ہے۔ ہم آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں بتائیں کہ آپ جو پیسے باہر سے لے کر ہمارے ملک میں آتے ہیں تو وہ آپ سٹیٹ بنک کے ذریعے کیوں نہیں منگواتے؟ اس کا شفاف طریقہ واضح کیا جائے تاکہ ایک ایک پائی دکھائی دے اور عوام کو بتایا جائے کہ پیسے کہاں سے آئے اور کہاں گئے۔ دیانتداری، امانت اور خیانت یہ سب چیزیں آپ کے کردار سے نمایاں ہوتی ہیں۔ جس وقت تک آپ دیانتداری، خلوص، محنت اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اپنے غریب لوگوں اور عوام کے لئے کام نہیں کریں گے تو آپ کیا result حاصل کریں گے؟

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی، محترمہ!

محترمہ عابدہ جاوید: جناب چیئرمین! میں آپ سے ایک بات کرتی ہوں۔ میں نے آج تک بات نہیں کی لیکن میں اب یہ بات کرنا چاہتی ہوں کہ سبیل ویلفیئر آرگنائزیشن میری این۔جی۔او ہے جو رجسٹرڈ ہے اور ہم نے out of the way چولستان میں جا کر 13 نلکے لگوائے جو کہ میرے بھائی ڈاکٹر خالد بیگ کے صدقہ جاریہ کے طور پر لگوائے گئے۔ میں آپ سے یہ کہتی ہوں کہ اگر یہ ایک کام کرتے ہیں تو یہ جتا جتا کر اپنے آپ کو پاگل کرتے ہیں۔ میں آپ کو سچے دل سے بات کر رہی ہوں کہ ہم نے ان علاقوں میں جا کر کام کرنے کی کوشش کی اور ہم نے ثابت کیا کہ ہم جذبہ خدمت رکھتے ہیں اور ہم دیانتداری سے کام کرنا چاہتے ہیں اور ہم نے شفاف طریقے سے وہ کام کیا اور اس کا ایک ایک پائی کا حساب ہمارے پاس ہے۔ میں منسٹر صاحبہ سے پوچھتی ہوں کہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ سبیل ویلفیئر آرگنائزیشن رجسٹرڈ نہیں ہے، کیا اس کے تحت ہم نے چولستان میں نلکے نہیں لگوائے؟ منسٹر صاحبہ جواب دیں کہ کیا ہمارا ریکارڈ شفاف نہیں ہے؟ ہمارا تمام ریکارڈ شفاف ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ شفاف طریقے سے ہو۔ جھوٹوں پر تو لعنت ہے۔ منسٹر صاحبہ جواب دیں، میں سچے دل سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ میں اپنے وطن سے محبت کرتی ہوں۔ میں اپنے وطن کی وفادار ہوں۔ اگر مجھ میں کوئی خامی ہے تو وہ مجھے بتائیں۔

جناب چیئرمین: محترمہ تشریف رکھیں۔ محترمہ تشریف رکھیں۔ اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

پی پی۔137 لاہور میں 2000 سے تا حال، جہیز فنڈ سے متعلقہ تفصیلات

*6144: جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر بیت المال از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پی پی۔137 لاہور میں سال 2002 سے آج تک بیت المال جہیز فنڈ سے جن یتیم بچیوں کو جہیز مہیا کیا گیا، ان کے نام، پتا جات اور ولدیت کی تفصیل فراہم کی جائے۔

(ب) سال 2000 سے آج تک پی پی۔137 لاہور میں جہیز فنڈ کی کتنی درخواستیں موصول ہوئیں۔ ان میں سے کتنی پر عملدرآمد ہوا اور کتنی درخواستیں مسترد ہوئیں؟

(ج) بیت المال جہیز فنڈ سے کیا صرف یتیم بچیوں کو جہیز ملتا ہے یا کسی غریب نادار کو بھی جہیز ملتا ہے؟

(د) بیت المال جہیز فنڈ سے یتیم بچیوں کو جہیز دیا جاتا ہے یا پھر جہیز کے لئے رقم دی جاتی ہے۔ اگر رقم دی جاتی ہے تو کتنی؟

وزیر بیت المال:

(الف) حلقہ پی پی۔137 لاہور میں سال 2002 سے اکتوبر 2005 تک بیت المال فنڈ سے جہیز کی مد میں جن یتیم بچیوں کو مالی امداد فراہم کی گئی، ان کی تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) سال 2000 سے اکتوبر 2005 تک حلقہ پی پی۔137 لاہور میں جہیز کے فنڈ کے حصول کے لئے کل 221 درخواستیں وصول ہوئیں۔ جن میں سے ممبران ضلعی بیت المال کمیٹی کی سفارش پر 44 مستحقین کو مبلغ 1,83,500 روپے کی مالی امداد جاری کی گئی اور 177 درخواستیں مسترد ہوئیں۔

(ج) پنجاب بیت المال rules مجریہ 2003 کے مطابق جہیز فنڈ کا استحقاق طے کرتے وقت مندرجہ ذیل ترجیحات کو مدنظر رکھا جاتا ہے:۔

1۔ بیوائیں

2۔ یتیم بچیوں کے غریب سرپرست

3۔ غریب اور نادار والدین

(د) بیت المال سے مستحقین کو جہیز فنڈ کے لئے رقم دی جاتی ہے جس کو اب پنجاب بیت المال کونسل کے فیصلہ کے مطابق پانچ ہزار روپے سے بڑھا کر دس ہزار روپے فی کس کر دیا گیا ہے۔

ضلع وہاڑی میں لاوارث / گم شدہ بچوں کی بازیابی و بحالی کے لئے حکومتی اقدامات

*6455: جناب طاہر اقبال چودھری: کیا وزیر سماجی بہبود ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ سماجی بہبود ضلع وہاڑی میں لاوارث، گھر سے بھاگے ہوئے، گم شدہ بچوں / بچیوں کی بازیابی اور بحالی کے لئے کیا خدمات سرانجام دے رہا ہے؟

(ب) گداگری کی لعنت کے خاتمہ کے لئے حکومت جو اقدامات کر رہی ہے، اس سے بھی ایوان کو آگاہ کیا جائے۔

وزیر سماجی بہبود:

(الف) لاوارث، گھر سے بھاگے ہوئے، گم شدہ بچے / بچیوں کی بازیابی اور بحالی کے لئے محکمہ سماجی بہبود نے نگہبان سنٹر کے نام سے سابق ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر ادارے قائم کر رکھے ہیں جبکہ ضلعی ہیڈ کوارٹر پر یہ ادارہ جات ابھی تک قائم نہ کئے گئے ہیں تاہم اب ضلع وہاڑی میں ایسے سنٹر کے قیام کے لئے منصوبہ زیر تجویز ہے جو کہ ضلعی ترقیاتی کمیٹی میں جلد ہی پیش کر دیا جائے گا۔

(ب) گداگری کے خاتمہ کے لئے سماجی تنظیموں کے ذریعہ لوگوں کو ترغیب دی جا رہی ہے تاہم اس مقصد کے لئے کوئی ادارہ باقاعدہ طور پر قائم نہ ہے لیکن محکمہ سماجی بہبود اس سلسلے میں مناسب اقدامات کر رہا ہے اور جلد دارالکفالہ (Beggars Home) کے لئے PC-1 محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کو بھجوا دیا جائے گا جس کے بعد صوبے بھر میں گداگری کے خلاف مہم کا آغاز کر دیا جائے گا۔

ملازمین محکمہ سماجی بہبود کے لئے سروس rules کا اجراء

*6825: جناب طاہر اقبال چودھری: کیا وزیر سماجی بہبود ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ سماجی بہبود پچاس سال سے قائم ہے مگر اس محکمہ میں کام کرنے والے آفیسرز اور اہلکاران کے سروس rules نہ ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ سروس rules نہ ہونے کی وجہ سے اس محکمہ میں بھرتی ہونے والے اکثر ملازمین جس عہدہ پر بھرتی ہوتے ہیں، اسی میں ریٹائر ہو جاتے ہیں؟

(ج) کیا حکومت محکمہ ہذا کے ملازمین کے سروس rules تشکیل دینے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر سماجی بہبود:

(الف) یہ درست نہ ہے کہ محکمہ کو قائم ہوئے پچاس سال ہو گئے ہیں۔ محکمہ معاشرتی بہبود 1964 میں باقاعدہ طور پر قائم ہوا اور سروس rules بھی 1964 میں فریم ہوئے۔ جیسے جیسے محکمہ ترقی کرتا رہا اسامیوں میں اضافہ ہوتا رہا۔ ان اسامیوں کے لئے 1973 میں rules بنائے گئے، تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے، بعد ازاں باقاعدہ طور پر محکمہ معاشرتی بہبود کے سروس rules پنجاب سوشل ویلفیئر و زکوٰۃ ڈیپارٹمنٹ (ڈائریکٹوریٹ آف سوشل ویلفیئر) کے نام سے 1982 میں notify کرائے گئے، تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔ مزید برآں عرض ہے کہ 1982 کے سروس rules کے بعد بھی محکمہ میں اسامیوں کا اضافہ ہوتا رہا جن کے سروس rules بتدریج notify کرائے جاتے رہے، تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ب) یہ بھی درست نہ ہے کیونکہ سروس rules 1982 میں ملازمین کی ترقی کا کالم موجود ہے کیونکہ محکمہ میں ڈائریکٹ سوشل ویلفیئر آفیسرز بھرتی کئے جاتے ہیں جو کہ بعد ازاں اسسٹنٹ ڈائریکٹرز اور ان کے مساوی اسامیوں پر ترقی حاصل کرنے کے بعد سینئر سپرنٹنڈنٹس/ڈپٹی ڈائریکٹرز گریڈ 18 میں ترقی پاتے ہیں اور بعد ازاں انہی میں سے ڈائریکٹرز گریڈ 19 میں rules کے مطابق کافی افسران ترقی پا چکے ہیں۔

(ج) ضمنی (الف) کے جواب میں تفصیل بیان کر دی گئی ہے۔

ضلع رحیم یار خان کے رجسٹرڈ رفاہی انجمنوں اور فنڈز سے متعلقہ تفصیل

*6831: انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں: کیا وزیر سماجی بہبود از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع رحیم یار خان میں خدمت خلق کے لئے کام کرنے والی رجسٹرڈ رفاہی انجمنوں کی کتنی تعداد ہے؟

(ب) ان میں سے جن انجمنوں کو بیرونی ممالک سے امداد ملتی ہے، ان کے نام کیا ہیں؟

(ج) حکومت نے بیرونی ممالک سے امداد وصول کرنے والی انجمنوں کے فنڈز کی آڈٹ اور ان کی عملاً کارکردگی کا جائزہ لینے کا کیا انتظام کیا ہے؟

وزیر سماجی بہبود:

(الف) ضلع رحیم یار خان میں خدمت خلق کے لئے کام کرنے والی رجسٹرڈ رفاہی انجمنوں کی تعداد 158 ہے۔

(ب) ضلع رحیم یار خان میں بیرون ممالک سے براہ راست امداد لینے والی کوئی تنظیم نہ ہے۔

(ج) بیرون ممالک سے براہ راست امداد وصول کرنے والی انجمنوں کی فہرست محکمہ میں دستیاب نہ ہے۔ کسی بھی سماجی ادارے میں ملکی یا غیر ملکی امداد کے غلط یا ناجائز استعمال کی صورت میں اگر محکمہ کو کوئی تحریری شکایت موصول ہو تو محکمہ ضروری کارروائی کرتا ہے۔ رضاکار سماجی اداروں کے آرڈیننس مجریہ 1961 کے تحت ایسے اداروں کے خلاف قانونی کارروائی کرتے ہوئے ان کو تحلیل کیا جاسکتا ہے۔

راولپنڈی کی رجسٹرڈ N.G.Os و دیگر تفصیلات

*7125: راجہ طارق کیانی: کیا وزیر سماجی بہبود از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) راولپنڈی میں خدمت خلق انجام دینے والی محکمہ سماجی بہبود کے پاس رجسٹرڈ N.G.Os کی تعداد کتنی ہے؟

(ب) حکومت ان میں سے کون سی N.G.Os کو بیت المال، زکوٰۃ یا دیگر ذرائع سے فنڈز فراہم کرتی ہے؟ یکم جنوری 2004 سے ان کو جتنی رقم دی گئی، تفصیل این۔جی۔او وار فراہم کی جائے؟

(ج) ان پر چیک کا کیا طریق کار ہے؟

وزیر سماجی بہبود:

(الف) ضلع راولپنڈی میں کل 471 رفاہی ادارے رضاکار رجسٹریشن اینڈ کنٹرول آرڈیننس

مجریہ 1961 کے تحت رجسٹرڈ ہیں۔

(ب) پنجاب بیت المال صرف ان این جی اوز کی مالی امداد کرتا ہے جو محکمہ سماجی بہبود و ترقی خواتین وبیت المال کے ساتھ رجسٹرڈ ہوں۔یکم جنوری 2004 سے اب تک ڈسٹرکٹ راولپنڈی کی این۔جی۔اوز کو پنجاب بیت المال کونسل اور ضلعی بیت المال کمیٹی، راولپنڈی کی طرف سے دی گئی مالی امداد کی تفصیل تتمہ (الف) اور (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) بیت المال rules مجریہ 2003 کے مطابق ان کی نگرانی کی جاتی ہے۔کاپی تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

تحاریک استحقاق

(کوئی تحاریک استحقاق پیش نہ ہوئی)

جناب چیئرمین: اب ہم تحاریک استحقاق شروع کرتے ہیں۔ملک جلال الدین ڈھکو صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔ان کی request آئی ہے، اس لئے یہ pending کی جاتی ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب چیئرمین: اب ہم تحاریک التوائے کار شروع کرتے ہیں۔

ملتان میں ڈرگ ٹیسٹنگ لیبارٹری کے لئے فنڈز اور سٹاف کی عدم دستیابی

(---جاری)

جناب چیئرمین: رانا آفتاب احمد خان، سید ناظم حسین شاہ اور ڈاکٹر اسد معظم کی تحریک التوائے کار 671 پیش ہو چکی ہے اس کا جواب آنا تھا اور 21 تاریخ کے لئے pending ہوئی تھی۔جی، پارلیمانی سیکرٹری صحت!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! یہ درست نہیں ہے کہ حکومت کی طرف سے اس منصوبے کے لئے فنڈز فراہم نہیں کئے گئے۔مختصراً عرض یہ ہے کہ یہ منصوبہ 13.309 ملین روپے کی رقم سے منظور ہوا۔مالی سال 2000-1999 تک مکمل رقم فراہم کر دی گئی تھی مگر صرف 8.313 ملین روپے خرچ ہو سکے۔اس کے بعد مختلف مالی سالوں میں اس

منصوبے کے لئے فنڈز فراہم کئے جاتے رہے لیکن جتنے فنڈز فراہم کرتے رہے ہیں وہ تمام خرچ نہیں ہوئے اس لئے باقی ماندہ رقم بھی 05-2004، 03-2002 میں مختص کی گئی تھی، Instruments کی قیمتوں میں فرق آ گیا تھا اور ان کی قیمتیں زیادہ ہو گئی تھیں اس لئے خریداری نہیں ہو سکی کیونکہ اس میں ترمیم کی ضرورت تھی۔ باقی ماندہ آلات کی خریداری کے لئے ترمیم شدہ بجٹ کی منظوری ضروری ہے اس لئے یہ محکمہ خزانہ کی منظوری کے لئے بھجوایا گیا تھا لیکن محکمہ خزانہ نے پراجیکٹ کی تکمیل کا سرٹیفکیٹ مانگا تھا۔ ابھی یہ منصوبہ زیر تکمیل ہے اور سرٹیفکیٹ فراہم نہیں کیا جا سکا۔ علاوہ ازیں مقامی ڈاکٹر کو پراجیکٹ ڈائریکٹر کی ذمہ داری سونپ دی گئی تھی۔ انہیں بھی ہدایات جاری کر دی گئی ہیں کہ اسے جلد از جلد مکمل کر کے بھجوائیں تاکہ محکمہ خزانہ میں اسے بھجوایا جا سکے۔ چیئرمین ہیلتھ سروسز پنجاب کو بھی یہ ہدایات جاری کر دی ہیں کہ وہ ترمیم شدہ منصوبہ DDSC کی منظوری کے لئے جلد از جلد بھجوائیں تاکہ اس کی منظوری دی جا سکے اور باقی ماندہ آلات خریدے جا سکیں۔

یہ لیبارٹری ایک sensitive چیز ہے۔ اس میں drug testing کے لئے بہت highly qualified person کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے ایم فل یا پی ایچ ڈی فارمیسی کی ضرورت ہے جو کہ بار بار اشتہار دینے کے باوجود کسی نے انٹرویو نہیں دیا۔ حکومت اس کو follow کر رہی ہے جو نہی کوئی پوسٹ گریجوایٹ فارماسسٹ ملے گا تو اس کو لگا دیا جائے گا۔ شکریہ

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحبہ نے فرمایا ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ اس کی time limit بتا دیں کہ ایک مہینے، دو مہینے یا تین مہینے میں ہو جائے گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: ہم جلدی کرنے کی کوشش کریں گے لیکن میں 6 ماہ کی time limit بتا رہی ہوں۔

جناب چیئرمین: اگلی تحریک التوائے کار نمبر 674 محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ کی ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! یہ پیش ہو چکی ہے اس لئے میری آپ سے درخواست ہے کہ جب تک ڈاکٹر طاہر صاحب خود نہیں آتے اس وقت تک اسے pending کر دیا جائے۔

جناب چیئرمین: یہ pending کی جاتی ہے۔ اس کے آگے تحریک التوائے کار نمبر 675 تھی، یہ disopose of ہو چکی ہے۔ تحریک التوئے کار نمبر 676 بھی dispose of ہو چکی ہے۔ اب تحریک التوائے کار نمبر 680، حاجی محمد اعجاز، چودھری زاہد پرویز اور ملک اصغر علی قیصر صاحب کی ہے۔

یہ بھی پیش ہو چکی ہے۔اس کا جواب آنا ہے۔جی،وزیر صنعت!

وزیر صنعت: جناب سپیکر!ابھی مجھے اس کا جواب موصول نہیں ہوا۔

جناب چیئرمین: اس کا جواب کل تک آ جانا چاہئے،اتنی دیر نہیں ہونی چاہئے۔اس تحریک التوائے کار کو کل تک pending کیا جاتا ہے۔

وزیر صنعت: ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: تحریک التوائے کار نمبر 684 حاجی محمد اعجاز، چودھری زاہد پرویز اور ملک اصغر علی قیصر صاحب کی ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 681 ہے؟

جناب چیئرمین: یہ dispose of ہو چکی ہے۔

ضلع اوکاڑہ موضع رسول پور اٹاری کی سڑک کی تعمیر میں رکاوٹ

حاجی محمد اعجاز: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ضلع اوکاڑہ میں موضع رسول پور اٹاری کی سڑک کی تعمیر ضلعی سالانہ ترقیاتی پروگرام 05-2004/66 میں شامل ہے اور چھ ماہ قبل ٹینڈر بھی کیا گیا اور متعلقہ ٹھیکیدار نے وہاں پر مٹی ڈالنے کا کام بھی شروع کر دیا مگر ڈسٹرکٹ آفیسر شاہرات اور ڈسٹرکٹ آفیسر پلاننگ کے درمیان ذاتی رنجش اور اختلاف کی وجہ سے متذکرہ سڑک پر کام روک دیا گیا جس سے علاقہ کے عوام سراپا احتجاج ہیں اور متذکرہ سڑک پر کام بند ہوئے تقریباً ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ڈسٹرکٹ آفیسر پلاننگ جو اسی ضلع کا رہائشی ہے انتہائی بااثر اور سیاسی اثر ورسوخ کی وجہ سے پورے ضلع کے آفیسران پر حاوی ہے اور اس کی وجہ سے فنڈز جاری اور ٹینڈر منظور ہو جانے کے باوجود متذکرہ سڑک کی تعمیر کا کام شروع نہ ہو رہا ہے جس سے موضع رسول پور کے رہائشیوں میں بالخصوص اور صوبہ کی عوام میں بالعموم غم وغصہ اور پریشانی واضطراب پایا جاتا ہے۔لہٰذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب چیئرمین: جی،راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! ڈسٹرکٹ ڈویلپمنٹ کمیٹی اوکاڑہ نے مورخہ 30-8-2004 کو برائے تعمیر پختہ سڑک از نئی آبادی رسول پور نزد پٹرول پمپ سے گاؤں رسول پور جس کی لمبائی 1.6 کلو میٹر اور لاگت 1.648 ملین روپے کی منظوری ضلعی ترقیاتی پروگرام کے تحت دی۔ ضلعی محکمہ شاہرات نے 18-2-2005 کو کام ٹھیکیدار کو الاٹ کر دیا۔ ضلعی بجٹ 05-2004 میں ابتدائی طور پر دس لاکھ روپے مختص کئے گئے لیکن کام مکمل نہ ہونے کی وجہ سے revise بجٹ میں مزید تین لاکھ روپے اس کے لئے مختص کئے گئے۔ اس کے بعد چودھری محمد عظیم گھمن، چیئرمین پبلک اکاؤنٹس کمیٹی پنجاب کی طرف سے مورخہ 4-5-2005 مقامی لوگوں کی ایک درخواست ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسر اوکاڑہ کو بھجوائی گئی، جس میں راجباہ پر موجودہ سڑک کی بجائے دوسرے کنارے پر نئی سڑک بنانے کا کہا گیا تھا۔ ضلعی محکمہ شاہرات نے اس کا دوبارہ تخمینہ 2.543 ملین یعنی تقریباً 9 لاکھ روپے کے اضافہ کے ساتھ ڈسٹرکٹ گورنمنٹ ڈویلپمنٹ کمیٹی کی منظوری کے لئے بھجوایا۔ نئے تخمینہ کا جائزہ لینے کے بعد ڈی۔سی۔او اوکاڑہ نے ڈی۔او۔پی اور ٹی۔ٹی۔او ٹیکنیکل کو موقع کا معائنہ کرنے کے لئے بھیجا اور درج ذیل وجوہات کی بناء پر محکمہ شاہرات کو مورخہ 28-7-2005 کو پہلے والی جگہ پر ہی سڑک تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ میں اس میں گزارش یہ کرنا چاہوں گا کہ جس طرح محترم ممبر فرما رہے ہیں کہ اس میں ضرور delay ہوئی ہے اور delay اس وجہ سے ہوئی ہے کہ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے چیئرمین صاحب کی طرف سے ایک application آ گئی تھی۔ ہم نے باقاعدہ اس پر انکوائری کروائی، اس وجہ سے تھوڑی سی اس میں delay ہوئی ہے لیکن اب چونکہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ سڑک وہیں بنی ہے جہاں پر پہلے شروع کی گئی تھی اور جس طرح میں نے گزارش کی ہے کہ پہلے اس کے لئے رقم رکھی گئی وہ خرچ ہوئی پھر مزید ضمنی بجٹ میں بھی اس کے لئے رقم رکھی گئی۔ اب ڈسٹرکٹ گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس سڑک کو مکمل کیا جائے جہاں سے یہ شروع کی گئی تھی۔ میں معزز رکن کو اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ مزید برآں ان کو ہدایت کی جائے گی کہ جلد از جلد اس سڑک کو مکمل کریں تاکہ وہاں پر جو پیسا خرچ ہو چکا ہے وہ ضائع نہ ہو۔ متعلقہ ممبر درست تھے کہ وہ رقم ضائع ہو رہی ہے اس کو مکمل کرنا چاہئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کو مکمل کیا جائے گا۔

حاجی محمد اعجاز: جناب چیئرمین! یہ کب تک بن جائے گی؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: میں عرض یہ کر رہا ہوں کہ ان کے پاس پیسے موجود ہیں اور اس کو جلد مکمل کرنے کی کوشش کی جائے گی اور میں ان کو کہوں گا کہ جتنے مختصر وقت میں اس کو مکمل کر سکتے ہیں، کریں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ یہ dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر685 ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کی ہے۔

سنٹرل جیل ملتان کے قیدی ریاض کے ہونٹوں کا سیا جانا

ملک محمد اقبال چنڑ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 19۔اکتوبر2005 کے ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق سنٹرل جیل ملتان کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل نے جیل میں بند خانیوال کے رہائشی قیدی ریاض عرف چڑی کے ہونٹ دو افراد کی مدد سے سی دیئے اور اس کو پیشی کے لئے خانیوال کی عدالت میں جب پیش کیا گیا تو اس وقت پتا چلا کہ قیدی کے ہونٹ سلے ہوئے ہیں۔ عدالت کے حکم پر اس قیدی کے ہونٹ D.H.Q ہسپتال خانیوال سے علیحدہ کروائے گئے۔ جیلوں میں ایسے مظالم قیدیوں پر روزانہ ہو رہے ہیں مگر کوئی بھی جیل کے افسران کو پوچھنے والا نہیں ہے جس کی وجہ سے ایسے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب چیئرمین: جی، وزیر جیل خانہ جات!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں جواب دوں گا۔

جناب چیئرمین: آپ کے پاس جواب ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جی، جناب چیئرمین! اس ضمن میں گزارش ہے کہ قیدی ریاض عرف چڑی ولد اقبال مقید سنٹرل جیل ملتان کی طرف سے لگائے گئے الزامات حقائق پر مبنی نہیں ہیں۔ اس واقعہ کی انکوائری ڈی۔آئی۔جی ملتان رینج سے کروائی گئی جنہوں نے اس واقعہ کو مکمل طور پر بے بنیاد قرار دیا لیکن مزید برآں اسی سلسلے میں ایک جوڈیشل انکوائری چل رہی ہے جو کہ اقبال گورایہ جوڈیشل مجسٹریٹ خانیوال کر رہے ہیں چونکہ اس میں ابھی جوڈیشل انکوائری کی رپورٹ نہیں آئی۔ 16 تاریخ کو انہوں نے فریقین کو طلب کیا ہوا تھا لیکن 16 تاریخ کے بعد مزید اب جوڈیشل انکوائری کو 30 تاریخ

کے لئے pending کر دیا گیا ہے۔ میری استدعا ہے کہ جو بھی جوڈیشل انکوائری کی findings ہوں گی انشاء اللہ ان پر عملدرآمد کیا جائے گا اور جو بھی اہلکار اس جوڈیشل انکوائری میں مجرم ٹھہرایا گیا اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

چودھری اعجاز احمد سماں: جناب چیئرمین!۔۔۔

جناب چیئرمین: جی، سماں صاحب!

چودھری اعجاز احمد سماں: جناب چیئرمین! تشدد کسی قسم کا ہو، جب صبح قیدی ایک دفعہ چلا جائے تو پھر ڈسٹرکٹ جج یا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی رپورٹ کے مطابق اس کو دوبارہ وصول کر سکتے ہیں otherwise نہیں کر سکتے۔ انہوں نے law کا gross misconduct کیا ہے حالانکہ ان کو اس قیدی کو جیل میں وصول نہیں کرنا چاہئے تھا۔ پہلے نمبر پر وہ کیوں وصول کیا گیا، دوسرے نمبر پر یہ کہ جنہوں نے وصول کیا ان کے خلاف انہوں نے کیا کارروائی کی ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں نے یہی استدعا کی ہے کہ جوڈیشل انکوائری ہو رہی ہے، جوڈیشل انکوائری کی جو findings ہوں گی اس میں جس کسی کو بھی ذمہ دار ٹھہرایا گیا اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

جناب چیئرمین: سماں صاحب! جوڈیشل انکوائری کے بعد جو جواب آئے گا پھر اس کو دیکھ لیں گے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب چیئرمین! اس کو اگلے سیشن کے لئے pending کر دیں تاکہ جو بھی انکوائری کی رپورٹ آئے وہ ہمیں اس کے بارے میں بتائیں۔

جناب چیئرمین: وہ رپورٹ اسمبلی میں پیش کر دیں گے۔

حاجی محمد اعجاز: ٹھیک ہے لیکن اسے pending فرما دیں۔

جناب چیئرمین: یہ اسمبلی میں پیش کر دیں، dispose of کر دیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! آپ اس کو dispose of فرما دیں جو بھی انکوائری کی رپورٹ ہو گی ایوان میں پیش کر دی جائے گی۔

جناب چیئرمین: تحریک التوائے کار نمبر 686 محترمہ پروین مسعود بھٹی صاحبہ کی ہے۔

بہاولپور میں سبزی منڈی کی گندگی کی وجہ
سے شہریوں کو مشکلات کا سامنا

محترمہ پروین مسعود بھٹی: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ بہاولپور میں سبزی منڈی بہت ہی چھوٹی جگہ پر واقع ہے صبح کے وقت وہاں سے عام شہری کا گزرنا مشکل ہے آمد ورفت میں مشکلات کے علاوہ ہر وقت بدبو، تعفن اور گندگی کی وجہ سے بیماریاں پھیلنے کا خدشہ ہے اور اس کی وجہ سے عوام مختلف بیماریوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب چیئرمین: منسٹر ایگریکلچر مارکیٹنگ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ پارلیمانی سیکرٹری ہیں۔ محترمہ! یہ pending کر دیتے ہیں وہ کل جواب دے دیں گے۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: اگلی تحریک التوائے کار نمبر 687 نجف عباس سیال صاحب کی ہے۔۔۔ وہ موجود نہیں ہیں۔ لہذا تحریک dispose of کی جاتی ہے۔

چودھری اعجاز احمد سماں: جناب چیئرمین! "Dawn" اخبار میں آیا ہے کہ ان کی خاصی پکڑ دھکڑ ہوئی ہے، حکماً ایوان میں نہیں ہیں۔ یہ آپ ذرا چیک کروائیں۔ آج "Dawn" اخبار میں نجف سیال صاحب کے بارے میں لکھا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ question کر لیں۔ حکومت کا معاملہ ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

چودھری اعجاز احمد سماں: آپ ذرا چیک تو کریں کہ وہ پابند تو نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین: دیکھ لیں گے۔

چودھری اعجاز احمد سماں: جناب! کوئی دلائی کیمپ دی یادگار تے نئیں۔

جناب چیئرمین: حکومت کے نوٹس میں بھی یہ بات نہیں ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر 688 سید عبدالعلیم شاہ، جناب محسن خان لغاری اور جناب محمد یوسف خان کی ہے۔ ان کی request ہے کہ اسے pending کر دیں۔ اگلے سیشن تک pending کی جاتی ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر 689

جناب ارشد محمود بگو صاحب کی ہے۔

شرقپور میں دکانداروں کا طلباء پر تشدد

جناب ارشد محمود بگو: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 27۔اکتوبر 2005 کے اخبار روزنامہ "نوائے وقت" کی اشاعت میں یہ خبر جلی حروف میں شائع ہوئی ہے کہ "شرقپور ضلع شیخوپورہ میں دکانداروں کا طالب علموں پر تشدد۔" تفصیلات کے مطابق طالبعلموں کا ویگن کے کنڈیکٹر سے جھگڑا ہوا جو طول پکڑ گیا جس میں علاقہ کے دکاندار بھی شامل ہو گئے۔ وقوعہ سے چند قدم پر تھانہ شرقپور موجود ہے۔ سکول کے ہیڈ ماسٹر نے 2 مرتبہ بروقت اس جھگڑے کی اطلاع دی مگر پولیس نے کوئی نوٹس لیا اور نہ موقع پر پہنچی جس کی وجہ سے جھگڑا انتہائی طول پکڑ گیا جس سے 2 اساتذہ اور 13 طلباء زخمی ہو گئے۔ مظاہرین جو کہ دکاندار تھے لوہے کے راڈ لے کر سکول میں داخل ہو گئے۔ طالبعلموں اور سکول کے ٹیچروں پر تشدد کیا۔ جس پر علاقہ کے رہائشی بھی موقع پر آ گئے اور علاقہ میدان جنگ بن گیا اور ٹریفک معطل ہو کر رہ گئی اور امن عامہ کی صورتحال پیدا ہو گئی۔ پولیس کو طالبعلموں پر فائرنگ کی اطلاع بھی دی گئی مگر پھر بھی پولیس موقع پر نہ آئی جس کی وجہ سے یہ معمولی جھگڑا طول پکڑ گیا۔ مظاہرین نے مشتعل ہو کر دکانوں کو آگ لگا دی جس میں کافی مالی نقصان بھی ہوا۔ پولیس کا بروقت وقوعہ پر نہ پہنچنا جبکہ انہیں اطلاع بھی ہو چکی تھی پولیس کے خلاف علاقہ میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی ہے اور حکومت سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ ذمہ داران کے خلاف قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے۔ لہٰذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب چیئرمین: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! جس طرح معزز رکن نے فرمایا ہے یہ درست ہے کہ 05-10-26 کو یہ واقعہ رونما ہوا اس کے بعد جو لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال پیدا ہوئی، محترم فاضل رکن نے جن واقعات کا ذکر کیا وہ درست ہیں۔ اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ مورخہ 05-10-26 کو ہی ایک فوجداری مقدمہ نمبر 495 ان لوگوں کے خلاف درج ہوا ہے جنہوں نے اس ہنگامہ آرائی میں حصہ لیا لیکن اس سلسلے میں جو معزز رکن کا استدلال تھا کہ اس میں جو پولیس کا کردار ہے وہ موقع

پر نہیں پہنچی تو اس سلسلے میں ہم نے ایک انکوائری کا آرڈر کیا تھا۔ جس کا جواب مجھے آج آنا تھا۔ اس وقت تک مجھے اس کا جواب نہیں آیا۔ مناسب یہ ہے کہ کل تک اس کو pending فرمالیں، کل میں اس کا وضاحت کے ساتھ جواب دے دوں گا کیونکہ اس کا interim جواب آیا ہوا ہے لیکن حتمی طور پر جو کارروائی ہوئی ہے وہ کل جواب دے دوں گا۔

جناب چیئر مین: اسے کل تک کے لئے pending کر دیتے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: کل اس کا اکٹھا ہی جواب دے دیں۔

جناب چیئر مین: کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر کی تحریک صحت سے متعلقہ ہے وزیر صاحب تشریف نہیں رکھتے وہ آ جائیں گے تو اس کا جواب دیں گے لہٰذا اس کو pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے نمبر 691 بھی ڈاکٹر سید وسیم اختر کی ہے۔

بہاولپور کے ترقیاتی کام کے لئے ماسٹر پلان کی ضرورت

ڈاکٹر سید وسیم اختر: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ Southern Punjab Basic Urban Support Programme کے تحت بہاولپور تحصیل و سٹی کونسل کے علاقوں پر کم و بیش ایک ارب اور 33 کروڑ روپے خرچ ہو رہے ہیں یہ رقم ایک soft loan کے تحت ایشین ڈویلپمنٹ بنک فراہم کر چکا ہے اور یہ رقم سیوریج کے نظام، سالڈ ویسٹ مینجمنٹ، صاف پانی کی فراہمی اور راستوں کی درستی پر خرچ ہو رہی ہے لیکن اس کے لئے کوئی ماسٹر پلان نہیں بنایا جا رہا اور patch work کی منصوبہ بندی ہو رہی ہے۔ جس سے اس رقم کے بھی ضائع ہونے کا احتمال ہے۔ لوگوں میں اس حوالہ سے اضطراب ہے۔ لہٰذا استدعا ہے کہ میری اس تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب چیئر مین: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب چیئر مین! اس سلسلہ میں میری گزارش یہ ہے کہ معزز رکن کا یہ فرمانا درست نہ ہے کہ ماسٹر پلان تیار نہیں کروایا گیا اور patch work کیا جا رہا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے لئے باقاعدہ ایک پلان بنایا گیا ہے اور اس کے تحت اس منصوبہ پر عملدرآمد کیا جائے گا۔ ابھی تک فیلڈ میں کام شروع نہیں ہوا اس لئے میری استدعا یہ ہو گی کہ اگر آپ اجازت

فرمائیں تو میں تھوڑی سی تفصیل بتا دوں کہ حکومت پنجاب نے ایشیائی ترقیاتی بنک کے تعاون سے جنوبی پنجاب کے چھ اضلاع خانیوال، ملتان، مظفر گڑھ، ڈیرہ غازی خان، راجن پور اور بہاولپور کی 21 تحصیلوں میں بنیادی سہولتوں کی فراہمی، غربت اور پسماندگی میں خاطر خواہ کمی اور روزگار کے مواقع میں اضافہ کی خاطر 7.459 بلین روپے کی لاگت سے ایک جامع منصوبہ شروع کیا ہے جو کہ تحصیل میونسپل انتظامیہ کے ذریعے عمل پذیر ہوگا۔ اس منصوبہ کے چیدہ چیدہ اہداف اس طرح ہیں کہ 425 پسماندہ علاقوں میں میونسپل سروسز فراہم کی جائیں گی۔ بہاولپور، حاصل پور، ڈیرہ غازی خان، تونسہ شریف، جلال پور پیروالا، روجھان اور ملتان میں پینے کے صاف پانی کی فراہمی کے لئے واٹر سپلائی سکیموں کا اجراء کیا جائے گا۔ ماسوائے احمد پور شرقیہ، حاصل پور 19 تحصیل کونسلوں میں نکاسی آب یعنی سیوریج اور گندے پانی کے treatment کا انتظام کیا جائے گا۔ احمد پور شرقیہ، یزمان، جہانیاں، کبیر والا، خانیوال، میاں چنوں، قادر پور راں، شجاع آباد، جتوئی، جام پور، روجھان اور ملتان میں مذبحہ خانوں کی تعمیر کی جائے گی۔ میاں چنوں میں بے گھروں کے لئے ایک رہائشی منصوبہ بھی بنایا گیا ہے۔ جنوبی پنجاب کی 21 تحصیلوں کے لئے تحصیل میونسپل انتظامیہ کے بلدیاتی انتظامی سسٹم میں بہتری اور capacity building کے لئے انتظامات کئے جائیں گے۔ مقامی سطح پر منصوبوں کی نشاندہی اور عملدرآمد کی تکمیل مقامی TMAs کے ذمہ ہے یہ ان کے ذریعے سے کی جائے گی۔ مطلوبہ ٹارگٹ پسماندہ بستیوں اور آبادیوں کے لئے بنیادی اور ضروری شہری سہولیات فراہم کرے گا۔ علاقہ میں معاش کی جدوجہد کے ارتقاء اور روزگار کے مواقعوں کی فراہمی اور مقامی اداروں کی سرپرستی سے آمدنی میں اضافہ اور غربت میں خاطر خواہ کمی ہوگی۔ نچلی سطح پر منصوبہ سازی کے اجراء سے عوامی اعتماد بحال ہوگا۔ لوکل کونسلوں کے ملازمین اور سرکاری اور عوامی نمائندوں کی وسیع پیمانے پر تربیت اور capacity building ہوگی۔ اس سلسلہ میں، میں مزید گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس کا باقاعدہ ایک پراجیکٹ آفس قائم کیا گیا ہے۔ تحصیل کی سطح پر پراجیکٹ یونٹ قائم کئے گئے ہیں۔ تحصیل کی سطح پر پراجیکٹ پر عملدرآمد کے لئے Project Implementation Review Committees قائم کی گئی ہیں۔ Project Stearing Committees قائم کی گئی ہیں اس کے علاوہ ہماری یہ کوشش ہے کہ ہم اپنے مقامی نمائندگان کی باقاعدہ involvement رکھیں، ہمارے TMAs کے جو ناظمین ہیں ان کی باقاعدہ involvement ہے اور ان کے ذریعے سے ہی یہ سارا کام کروایا جائے گا۔ میں معزز رکن کی خدمت میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ دسمبر

کے پہلے ہفتے میں اس سارے پراجیکٹ کی بریفنگ ہم نے ملتان میں رکھی ہوئی ہے اور میں نہ صرف معزز رکن کی اطلاع کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں بلکہ ہماری ان 21 تحصیلوں کے جتنے ایم پی اے صاحبان ہیں ان تمام کو ہم دعوت دیں گے،اس سلسلے میں جو کچھ ہو رہا ہے ان کو presentation دیں گے کہ ہمارے معزز اراکین اسمبلی کی طرف سے جو تجاویز آئیں گی ہم انشاء اللہ تعالیٰ ان کو بھی accommodate کریں گے اس لئے میں اپنے بھائی سے استدعا کروں گا کہ اپنی تحریک التوائے کار کو press نہ کریں۔ اس کو dispose of ہونے دیں انشاء اللہ تعالیٰ اس میں آپ کی inputs لی جائیں گی اور ان کو اس پراجیکٹ میں شامل کیا جائے گا۔ شکریہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب چیئرمین! میں یہ التماس کروں گا کہ یہ معاملہ 2002 سے چل رہا ہے لیکن آج تک باضابطہ طور پر محکمے نے تجاویز یا مشاورت کے لئے کوشش نہیں کی۔ اس میں عرض یہ ہے کہ یہ کام بہت ہی slowly move ہوا۔ انہوں نے پنجاب لیول پر جو کنسلٹنٹ رکھے ہوئے ہیں میں نے دو میٹنگز ان کے ساتھ کیں، ڈی۔ سی۔ او بہاولپور نے مجھے قاعدہ قانون نکال کر دکھایا کہ ڈاکٹر صاحب میں اس میں کسی stage پر نہیں آتا لیکن اس کے باوجود میں نے انہیں کہا کہ یہ ایک بڑا پراجیکٹ ہے۔

جناب چیئرمین: وزیر موصوف فرما رہے ہیں کہ وہ آپ کو بلائیں گے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب چیئرمین! آپ میری بات سن لیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ ڈی سی او صاحب نے میرے press کرنے پر میٹنگ بلائی اور اس میں انہوں نے ہدایت کی کہ اس کو speed up کیا جائے۔ اس کے بعد میں نے خود دو میٹنگز ٹی ایم اے افسران سے کیں اور انجینئر صاحبان سے درخواست کی تو وہ بھی تشریف لے آئے۔ انہوں نے فرمایا کہ 2002 میں سیٹلائٹ کے ذریعے کوئی ایریا سروے ہوا تھا، اس کے ذریعے وہ کنسلٹنٹ لاہور سے آئے ہیں۔ انہوں نے یہاں کسی نمائندے سے اور even میں یہ بات on record کر رہا ہوں کہ جو لوگ لاہور سے سروے کرنے گئے تھے انہوں نے ٹی ایم اے کے افسران اور اہلکاران سے بھی مشاورت کرنا مناسب نہیں سمجھا اور میٹنگ میں انہوں نے کہا کہ ہمیں تو معلوم نہیں کہ وہ کہاں کر کے گئے ہیں؟ سروے کی لسٹ میں ایک دو ایسے علاقے رکھے ہوئے تھے جو بڑی مغزماری کے بعد نہ مجھے سمجھ آ رہے تھے اور نہ تحصیل مونسپل ایڈمنسٹریشن کو سمجھ میں آ رہے تھے اور پھر ایریا سروے میں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اگر کوئی گلی چھ فٹ سے کم ہے تو سیٹلائٹ اس کو ایریا سروے میں شامل ہی نہیں کرتا۔ میں نے انہیں

press کیا کہ اتنی بڑی رقم لگ رہی ہے، پہلے کیا ہوتا رہا ہے، سیوریج کا نظام جو ہے پورے پنجاب بلکہ پورے ملک میں ہوتا رہا ہے کہ کوئی ماسٹر پلان اگر موجود نہیں ہے، مجھے کچھ رقم ملی ہے اور کسی علاقے میں کوئی مسئلہ پیدا ہوا ہے تو ہم نے اس میں سے رقم دے دی ہے۔ پھر وہ بلاک ہو گئی، میں نے اس میں سیوریج کا چھوٹا سا سسٹم ڈلوا دیا۔ پھر ایم۔این۔اے صاحب کے پاس لوگ پہنچے، سسٹم بلاک ہوا، انہوں نے بھی ڈلوا دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سسٹم کا کوئی ماسٹر پلان نہیں بنایا گیا تھا۔ بہاولپور میں جو سیوریج کا نظام ہے وہ کم از کم پچاس سال پرانا ہے۔ وہاں پر لوگ پہلے ہینڈ پمپ استعمال کرتے تھے اب ڈونکی پمپ لگ گئے ہیں۔ پانی زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ اگر ایک کنال کا گھر تھا تو اس میں آٹھ گھر بن گئے ہیں۔ گھر کے افراد کی تعداد زیادہ ہو گئی ہے۔ وہ سسٹم کافی پرانا ہو گیا اور گل سڑ گیا، وہ obsolete ہو گیا تو اب وہی سسٹم revive کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پراجیکٹ میں ماسٹر پلان نہ ہے اور میں یہ پوری ذمہ داری کے ساتھ بات کر رہا ہوں۔ ہر میٹنگ میں جو کہ لاہور میں بھی ہوئی اور وہاں بھی ہوئی۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ ایسا نہ کریں اس کا ایک ماسٹر پلان بنا لیں تاکہ فنڈز ضائع نہ ہوں۔ پہلے یہ ہوتا رہا ہے کہ ایک ایک مقام پر سیوریج کی تین تین لائنیں ڈلوائی جاتی رہیں تو یہ سارا سلسلہ وہاں پر ہو رہا ہے۔ اس میں جو خدشات میں نے آپ کی خدمت میں پیش کئے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ اتنی بڑی رقم اس ہنگامہ آرائی میں گزر گئی تو علاقے کا نقصان ہو جائے گا۔ منسٹر صاحب کی مہربانی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ دسمبر میں اس کی بریفنگ رکھیں گے لیکن میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہمارے ملک میں یہ ہوتا ہے کہ جب ایک باضابطہ پلان کو افسران OK کر دیتے ہیں تو پھر وہ قرآن و حدیث بن جاتا ہے اس پر کسی ترمیم کی اجازت نہیں دیتے اور وہ as such چل پڑتا ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ اگر یہ مناسب سمجھتے ہیں تو میرے خدشات کا ازالہ کیا جائے، میں اس میں کوئی اپنے نمبر بنانے کی بات نہیں کرتا۔ وہاں پر جو اس کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں کیونکہ میں اس شہر کا وہاں سے ایم پی اے ہوں اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کی پلاننگ کے اندر ہدایت کریں اور مجھے بھی پلاننگ کے حوالے سے induct کریں تاکہ کوئی بہتر صورتحال نکل سکے۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! وہ بریفنگ کریں گے۔۔۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب چیئرمین! میں جو عرض کر رہا ہوں یہ ملتان کی بریفنگ کی بات تو ٹھیک ہے لیکن جو preliminary stage ہے، جہاں پر اس کو باقاعدہ plan ہونا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ

وہاں پر بیٹھوں تو میں اپنے خدشات رفع کرواؤں۔۔۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! یہ میٹنگ میں آپ کو بلائیں گے اور بریفنگ دیں گے اور یہ Chair کی direction ہے اور یہ کریں گے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب چیئرمین! وہ جواب دینا چاہتے ہیں تو انہیں جواب دینے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بھائی کے تمام خدشات بے بنیاد ہیں۔ ابھی ایک کام شروع ہی نہیں ہوا تو انہوں نے خدشات کا اظہار کر دیا ہے اور میں نے گزارش یہ کی تھی کہ انشاء اللہ تعالیٰ دسمبر کے پہلے ہفتہ میں ملتان میں میٹنگ رکھ لیں گے لیکن اگر انہیں بہت زیادہ emergency ہے تو جمعہ کے دن تین بجے آپ تشریف لے آئیں۔ باقی ان تحصیلوں سے متعلقہ ایم پی اے صاحبان کو بھی اطلاع کر دیتے ہیں اور proper انہیں بریفنگ دیتے ہیں اور ان سے input لیتے ہیں اور آپ کی رائے کو انشاء اللہ تعالیٰ شامل کریں گے۔

جناب چیئرمین: لاہور میں بریفنگ ہو گی؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جی ہاں! لاہور میں بریفنگ ہو گی۔

جناب چیئرمین: جی، لاہور میں بریفنگ ہو گی۔ شکریہ۔ یہ dispose of کی جاتی ہے۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، محترمہ!

محترمہ پروین مسعود بھٹی: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں منسٹر صاحب سے آپ کی وساطت سے پوچھوں گی کہ چونکہ بہاولپور میں سیوریج سسٹم نہیں تھا تو اب یہاں پر پتا چلا ہے کہ میگا پراجیکٹ کے ذریعے ایک پراجیکٹ جو بن رہا ہے وہاں پر یہ کہا جا رہا ہے کہ بہاولپور کا جتنا سیوریج کا پانی ہے وہ دریا کی طرف بہایا جائے۔ پانی کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ہمیشہ نیچی سطح پر آتا ہے تو بہاولپور کا دریا اونچائی پر ہے جس کی وجہ سے اگر وہ نیا پراجیکٹ بنا رہے ہیں تو اس میں پھر یہ ہے کہ پہلے تو یہاں پر سیوریج سسٹم ہی نہیں تھا اور لوگوں نے اپنے گھروں کے باہر کنوئیں سے بنائے ہوئے تھے یا جیسے اب ڈاکٹر وسیم صاحب نے کہا کہ تھوڑا سا فنڈ دیتے ہیں اور وہ کسی گلی کے سیوریج پر لگ جاتا ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: محترمہ! آپ میٹنگ میں تشریف لائیں اور وہاں پر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب چیئرمین! میں ان کے علم میں یہ بات لانا چاہتی ہوں کہ میگا

پراجیکٹ ایک بہت بڑا پراجیکٹ ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: محترمہ! جمعہ کو انہوں نے میٹنگ رکھ لی ہے۔ آپ تشریف رکھیں اور اس میٹنگ میں آئیں تو آپ کی شکایات کا ازالہ کیا جائے گا۔ تشریف رکھیں۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب چیئرمین! بہاولپور میں چونکہ پانی کی کمی ہے اس لئے اگر اس سیوریج کا رخ دیہاتوں میں یا منڈی یزمان کی طرف دوسرے علاقوں میں کر دیا جائے جہاں پر پانی کی کمی ہے تو اس سے پانی کی کمی دور ہو جائے گی۔۔۔

جناب چیئرمین: محترمہ! آپ میٹنگ میں تشریف لے جائیں اور وہاں پر بات کریں تو آپ کی شکایت کا ازالہ کیا جائے گا۔ تشریف رکھیں۔ اگر آپ نے ایگریکلچر مارکیٹنگ کے حوالے سے بات کرنی ہے تو وزیر صاحب آ گئے ہیں۔ رانا قاسم نون صاحب! محترمہ پروین مسعود بھٹی صاحبہ کی تحریک التوائے کار نمبر 686 کا جواب دیں۔

بہاولپور میں سبزی منڈی کی گندگی کی وجہ سے شہریوں کو مشکلات کا سامنا

(۔۔۔جاری)

وزیر زرعی مارکیٹنگ: شکریہ۔ جناب چیئرمین! اس میں محکمہ زراعت حکومت پنجاب نے نئی سبزی منڈی بہاولپور کے تعمیراتی کاموں کے لئے ضروری فنڈز مہیا کر دیئے ہیں جبکہ نقشہ کی تیاری اور تعمیراتی تخمینہ جات کے لئے نیسپاک سے دو اجلاس بھی ہو چکے ہیں۔ محکمہ ہذا ترجیحی بنیادوں پر fruit and vegetable مارکیٹ کے تعمیراتی کام شروع کرنے اور وہاں جلد از جلد کاروبار کو منتقل کرنے کی کوشش کر رہا ہے، نقشہ کی منظوری کے بعد ترقیاتی کام بہت جلد شروع ہونے والے ہیں اور مستقبل قریب میں منڈی ہذا بیرون شہر منتقل ہو جائے گی۔ موجودہ سبزی منڈی T.M.A کی ملکیت ہے اور اس کا کل رقبہ ایک کنال کے قریب ہے۔ جہاں تک صفائی کا تعلق ہے تو منڈی کے اندر مارکیٹ کمیٹی کے سویپر روزانہ صفائی کرتے ہیں اور منڈی کے باہر T.M.A کی حدود بنتی ہے اور تہہ بازاری کی بنیاد پر T.M.A نے کرائے پر دکانیں دے رکھی ہیں جس کی صفائی کی ذمہ داری متعلقہ ادارے کی ہے اور صفائی کے نظام کو بہتر بنانے کے لئے مارکیٹ کمیٹی کے سٹاف کو خصوصی ہدایات جاری کر دی گئی ہیں اور منڈی کے باہر صفائی کے لئے T.M.A کو ضلعی حکومت نے بھی ہدایات جاری کر دی ہیں۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب چیئرمین! وزیر موصوف نے بڑے پیار اور محبت سے اس کا جواب دیا ہے لیکن آپ یقین کریں کہ وہاں پر کوئی صفائی کا انتظام نہیں ہوتا اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ کب سے کہہ رہے ہیں کہ ہم نے وہ کام شروع کر دینا ہے اور وہاں پر تعمیر ہو رہی ہے۔ ابھی تو وہاں پر کچھ بھی نہیں ہوا اور یہ دو سال سے یہی کہہ رہے ہیں کہ پہلے بھی ہم نے کہا تھا تو انہوں نے کہا کہ جی ہم شفٹ کر رہے ہیں تو یہ بتا دیں کہ کب تک شفٹ کر رہے ہیں؟

جناب چیئرمین: رانا صاحب! کب تک کام شروع کروا دیں گے؟

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب چیئرمین! ہر کام کا ایک طریق کار ہے محکمہ نے زمین acquire کر کے اس کے لئے فنڈز allocate کر دیئے ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: کیا یہ چھ ماہ میں مکمل کر دیں گے؟

وزیر زرعی مارکیٹنگ: نہیں، جناب چیئرمین! یہ بہت جلد کر دیں گے۔

جناب چیئرمین: تو پھر تین ماہ کا ٹائم دے دیں۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب چیئرمین! میرا خیال ہے کہ 90 days میں ہم اس کو کر دیں گے۔

جناب چیئرمین: یہ 90 days میں اس کو مکمل کر دیں گے۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب چیئرمین! وہاں پر کوئی مشکلات تھیں people were reluctant to go outside the city اب ہم نے وہ مسئلہ حل کر لیا ہے۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب چیئرمین! یہ بتائیں کہ پہلے جو لوگ منڈی کے اندر ابھی کاروبار کر رہے ہیں کیا انہیں ہی دوبارہ سے وہاں دکانیں دیں گے یا کوئی نیا طریق کار ہو گا؟

جناب چیئرمین: جی، وزیر ایگریکلچر مارکیٹنگ!

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب سپیکر! ایک مروجہ طریق کار ہے جس کی بنیاد پر لائسنس ہولڈر ہوتے ہیں، آکشن کا کوٹا ہے، الاٹمنٹ کا کوٹا ہے، 70 فیصد الاٹیز کو ملتا ہے اور 30% growers کو آکشن میں ملتا ہے تو اسی کو سامنے رکھتے ہیں انہی کو ہم prefer کریں گے۔ یہ نہیں ہے کہ باہر سے کوئی آ جائے۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔یہ تحریک dispose of کی جاتی ہے۔اب تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔اب قرارداد یں شروع کرتے ہیں لیکن شیخ علاؤالدین صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔جی، شیخ صاحب!

پوائنٹ آف آرڈر

لیڈی کانسٹیبلز کی بھرتی میں عمر کی رعایت

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔جناب چیئر مین!میں مرزا غالب سے معذرت کے ساتھ آپ کی خدمت میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔انہوں نے فرمایا تھا کہ:۔

مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

بات یہ ہے کہ لیڈی کانسٹیبلز کی جو بھرتی ہو رہی ہے اس میں، میں اس معزز ایوان کی توجہ بڑے اہم مسئلے کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کیونکہ آج literally میرے حلقے کی خواتین نے لاہور میں اس بات پر میرا گھیراؤ کیا جو یہاں سب لوگوں کو سن کر حیرانگی ہو گی کہ جو خواتین پہلے ہی گورنمنٹ سروس میں door to door جاکر اس قوم کی خدمت کرتی رہی ہیں ان کی سروس چار، پانچ، چھ سال ہے تو انہیں صرف اس بات پر conside نہیں کیا گیا ہے کہ وہ overage ہو گئی ہیں۔ان خواتین کے ساتھ یہ کتنی بڑی زیادتی ہے کہ جو پہلے ہی سروس میں ہیں اور انہیں صرف اس لئے eligible قرار نہیں دیا جا رہا کہ وہ overage ہو رہی ہیں جبکہ وہ پہلے ہی گورنمنٹ سروس میں ہیں تو میں نے اس لئے مرزا غالب کے ساتھ معذرت کے ساتھ یہ بات کی ہے کہ یہ فوری توجہ کا مسئلہ ہے کیونکہ آج ہی پیمائش اور ٹیسٹ شروع ہو گئے ہیں۔بہتر تو یہ تھا کہ کوئی خاتون اس مسئلے کو اٹھاتی لیکن یہ اتنا بڑا مسئلہ ہے اور اس کے اندر اتنی عورتیں اس وقت hurt ہو رہی ہیں کہ انہوں نے ایک تو door to door جاکر خدمت کی اور وہ پانچ چھ سال سے in service بھی ہیں لیکن آج انہیں صرف اس لئے consider نہیں کیا جا رہا کہ وہ overage ہو گئی ہیں تو اس میں جب دوسروں کو overage کے لئے consider کیا جاتا ہے اور relaxation دی جاتی ہے تو میری استدعا ہے کہ ان کے لئے یا تو آپ فوری طور پر کوئی کمیٹی بنائیں یا پھر گورنمنٹ سے کہیں کہ وہ انہیں consider کرے۔پھر وہ میرٹ پر جائیں نہ جائیں لیکن ان کو اس بات پر discredit نہ کیا جائے کہ

وہ overage ہو گئی ہیں when they are already in service, thank you sir.

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، عظمیٰ صاحبہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: شکریہ۔جناب چیئرمین! میں سمجھتی ہوں کہ شیخ صاحب نے بہت اہم مسئلے کی طرف اس ایوان کی توجہ دلائی ہے اور ہم اس سے بالکل متفق ہیں۔ میں یہاں پر یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ان خواتین کے ساتھ واقعی زیادتی ہے کیونکہ جب تک بھرتی پر پابندی تھی تو خواتین سے پہلے مردوں کو relaxation مختلف ملازمتوں میں عمر کے حساب سے دی جاتی ہے تو میری request ہوگی اس حکومت سے اور وزیر قانون سے بھی کہ براہ مہربانی اس پر ہمدردانہ غور کیا جائے اور ان خواتین کو عمر کی حد میں relaxation دی جائے۔بہت شکریہ

جناب چیئرمین: جی، راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! ابھی معزز رکن نے بات بتائی ہے تو مناسب ہوتا کہ یہ صبح ہی مجھے بتا دیتے تو اس مسئلے کا ہم کوئی نہ کوئی حل نکال لیتے۔ابھی یہ میرے نوٹس میں لائے ہیں اور اس سے پہلے یہ بات میرے نوٹس میں نہیں تھی تو میں متعلقہ حکام سے پوچھ کر پھر۔۔۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب! یہ ہونا چاہئے وہ already service میں ہیں ان کو دوبارہ موقع ملنا چاہئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں گزارش کر رہا ہوں کہ میں پہلے اس سلسلے میں معلومات تو حاصل کر لوں کہ اصل صورتحال کیا ہے۔

جناب چیئرمین: پھر آپ یہ وعدہ کریں کہ آپ یہ کروا دیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں متعلقہ حکام سے بات کر کے بتاتا ہوں۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی!

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! اس میں urgency کی بات یہ ہے کہ وہاں صرف دو دن دیئے گئے ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! کل وہ جواب لائیں گے پھر اس پر فیصلہ کریں گے، تشریف رکھیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! یہ کر دیا جائے کہ ان کو consider کر لیں۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، شاہ صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! میری بہت ہی محترم بہن بشریٰ گردیزی صاحبہ ہیں ان کی قیادت میں ہماری ایک کمیٹی بنی ہوئی ہے جس میں خواتین کے حقوق کا تحفظ کرنا ہے اور اس کمیٹی کو بنے ہوئے ایک ڈیڑھ سال ہو گیا ہے لیکن ابھی تک ان کے پاس کوئی کیس refer نہیں ہوا۔ میں نے آج ہی کل کے اخبارات میں خبر پڑھی کہ ہماری اپنی صوبائی اسمبلی کی ایک محترم خاتون رکن محترمہ ربیعہ عالیہ صاحبہ نے یہ شکایت کی کہ میرے ساتھ بڑی زیادتی ہو رہی ہے۔ یہ سارے اخبارات میں خبریں شائع ہوئی ہیں۔ میں اس کی فوٹو کاپی لے کر آیا ہوں تو انہوں نے یہ کہا ہے کہ کوئی میرے مکان پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا حکومت کے ساتھ تعلق ہے، ہماری کوئی بھی رکن ہو۔۔۔

جناب چیئرمین: وہ حکومت کی ممبر ہیں، وہ خود نہیں کہتیں اور اخباروں میں خبریں دیتی ہیں وہ خود ہاؤس میں آئیں اور اپنی بات سنائیں، جو ہوگا انشاء اللہ حل کیا جائے گا، تشریف رکھیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! ہمارا بھی تو فرض ہے۔ اس کیس کو آپ خود دیکھیں کہ وہ پہلے ہی مظلوم ہے اور اوپر سے آپ کہہ رہے ہیں کہ جی وہ خود کیوں نہیں بات کرتی۔ انہوں نے بات کی ہے اور اخبارات میں بھی ان کی طرف سے خبر چھپی ہے۔

جناب چیئرمین: تشریف رکھیں، وہ کل آ کر اپنی بات سنا دیں گی، ہم سن لیں گے۔ راجہ صاحب بھی میرے ضلع کے ہی ہیں، میں خود کر لوں گا، تشریف رکھیں۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب چیئرمین! انہوں نے جو خواتین کے لئے نشاندہی کی ہے یہ صرف خواتین کا ہی مسئلہ نہیں بلکہ مردوں کے لئے بھی یہ بڑا مسئلہ ہے کہ پابندی تو مردوں اور خواتین کے لئے برابر تھی اگر حکومت کے پاس ان کے لئے کوئی نرم گوشہ ہو تو مردوں پر بھی مہربانی فرمائیں اور ان کی بھی

عمریں اسی انتظار میں ہیں کہ نوکری ملے گی، ہم overage ہو رہے ہیں لہذا ان پر بھی مہربانی کرتے ہوئے عمر میں relaxation کی جائے۔

جناب چیئرمین: تشریف رکھیں، میں نے اسی لئے کہا تھا کہ جواب آنے دیں اس کے بعد فیصلہ کریں گے کہ کیا کرنا ہے۔ جی، طارق کیانی صاحب!

میرپور پولیس کا پانچ خواتین کو غیر قانونی حراست میں رکھنا

راجہ طارق کیانی: جناب چیئرمین! اس مسئلہ پر بات ہو رہی تھی۔ میں آپ کے توسط سے راجہ صاحب کی خصوصی توجہ اور امداد کا متمنی ہوں، شاید راجہ صاحب کے علم میں ہوگا کہ میرے حلقہ کے اندر پانچ خواتین کو جن میں ایک فوجی فاؤنڈیشن یونیورسٹی کی طالبہ ہیں، ایک ہمارے لوکل گورنمنٹ ڈگری کالج فار ویمن کی طالبہ ہیں، ایک ان کی ماں اور دو ان کے بھائیوں کی بیویوں کو گزشتہ پچیس دنوں سے میرپور کی پولیس نے بغیر پنجاب گورنمنٹ کے علم میں لائے ہوئے ان کو میرپور کے تھانہ تھوتھال کے اندر محبوس رکھا ہوا ہے پرسوں گوجر خان کے اندر وہاں کے ایم۔پی۔ایز، ایم۔این۔اے اور تحصیل ناظم کی قیادت میں جلوس نکالے گئے اور ڈی۔پی۔او راولپنڈی نے یقین دہانی کروائی میں راجہ صاحب سے گزارش کروں گا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ میرپور کی پولیس نے کس قانون کے تحت لوکل پولیس اور ہوم ڈیپارٹمنٹ کی اجازت کے بغیر پچیس دن پہلے گجر خان سے اٹھایا یقین کریں، پانچ خواتین ابھی تک وہ انصر نامی ایس۔ایچ۔او اور چوہان نامی ایس۔پی میرپور کے دفتر کے اندر محبوس ہیں اور ان کا مطالبہ یہ ہے کہ جب تک ان کا کوئی بھائی جو کسی مقدمے میں مطلوب ہے وہ واپس نہیں آئے گا تو ہم ان پانچ خواتین کو جن میں دو نوجوان طالبہ ہیں نہیں چھوڑیں گے تو میں آپ کی وساطت سے راجہ صاحب سے گزارش کروں گا کیونکہ ان کا تعلق بھی راولپنڈی سے ہے اور یقیناً یہ معاملہ ان کے نوٹس میں ہوگا کہ یہ اپنے ذاتی ذرائع کو طاقت کے ساتھ استعمال کر کے متعلقہ ایس پی میرپور سے رابطہ کریں اور ان سے باز پرس کریں کہ کس قانون اور جواز کے تحت ان پانچ خواتین کو پچیس دن سے غیر قانونی حراست میں رکھا ہوا ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی، راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! اس سلسلے میں گزارش ہے کہ یہ بات بالکل درست ہے کہ آج سے تقریباً پچیس دن پہلے پانچ خواتین کا کوئی علم نہیں ہے کہ وہ ابھی تک کہاں پر ہیں بقول

ان کے لواحقین کے کہ ان کو آزاد کشمیر کی پولیس لے گئی ہے۔آج سے دو دن پہلے جب میں راولپنڈی میں تھا تو ان خواتین کے لواحقین سے میری ملاقات ہوئی تھی اور اس وقت میری Interior Mininster for Stateوسیم شہزاد صاحب سے بات ہوئی تھی اور میں نے ان سے یہ گزارش کی تھی کہ چونکہ یہ inter-provincial معاملہ ہے تو آپ براہ مہربانی حکومت آزاد کشمیر سے بات کریں اور اس سلسلے میں کوئی مثبت بات سامنے آنی چاہئے اور انہوں نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ وہ اس بات کو take up کریں گے لیکن آج صبح میں نے اپنے بھائی کا بیان اخبار میں پڑھا انہوں نے بھی concern show کیا ہوا تھا کل گوجر خان میں کچھ لوگوں نے اس سلسلے میں مظاہرہ بھی کیا تو میں معزز رکن سے گزارش کروں گا کہ یہ ابھی اجلاس کے بعد میرے پاس تشریف لے آئیں ہم دونوں بیٹھ کر آئی۔جی آزاد کشمیر سے رابطہ کریں گے اور میں خود ذاتی طور پر بھی بات کروں گا اور اگر چیف منسٹر صاحب کی intervention کی ضرورت ہوئی تو انشاء اللہ تعالیٰ میں ان کو بھی request کروں گا اور اس معاملے کا حل نکالیں گے۔

قراردادیں
(مفاد عامہ سے متعلق)

جناب چیئرمین: شکریہ۔مفاد عامہ سے متعلقہ زیر التواء قرارداد ڈاکٹر سید وسیم اختر کی ہے۔

طویل قید کاٹنے والوں کو اپنی بیویوں سے ملاقات کی اجازت

ڈاکٹر سید وسیم اختر: شکریہ۔جناب چیئرمین!

"اس ایوان کی رائے ہے کہ طویل قید کاٹنے والے قیدیوں کو سال میں کم از کم تین مرتبہ اپنی بیویوں سے جیل میں ملنے کی اجازت دینے کے لئے متعلقہ قوانین و قواعد میں فوری طور پر ضروری ترمیم کی جائے۔"

جناب چیئرمین: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:-

"اس ایوان کی رائے ہے کہ طویل قید کاٹنے والے قیدیوں کو سال میں کم از کم تین مرتبہ اپنی بیویوں سے جیل میں ملنے کی اجازت دینے کے لئے متعلقہ قوانین و قواعد میں فوری طور پر ضروری ترمیم کی جائے۔"

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ اسی قرارداد پر ایک ترمیم ارشد بگو صاحب کی طرف سے آئی ہوئی ہے۔ میری بگو صاحب سے استدعا ہو گی کہ وہ بھی ترمیم پیش کر دیں، آپ oppose کر کے ترمیم move کر دیں کیونکہ یہ گزشتہ منگل کو تحریک آئی تھی اور اس میں، میں نے کہا تھا کہ اگر اس میں لفظ مرحلہ وار شامل کر دیا جائے تو ہم اس کو oppose نہیں کریں گے تو accordingly انہوں نے وہ amendment دے دی ہے تو ہم اس کو oppose نہیں کریں گے پہلے وہ amendment لے آئیں۔

جناب چیئرمین: جناب ارشد محمود بگو، سید احسان اللہ وقاص، چودھری اصغر علی گجر، جناب محمد وقاص، چودھری محمد شوکت اور محترمہ طاہرہ منیر نے اس قرارداد میں ترمیم کی تحریک پیش کی ہے۔ وہ اپنی تحریک پیش کریں۔ جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"نیز پنجاب کی تمام جیلوں میں اگر فوری طور پر عملدرآمد ممکن نہ ہو تو مرحلہ وار نفاذ عمل میں لایا جائے۔"

جناب چیئرمین: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ ڈاکٹر وسیم اختر کی طرف سے پیش کی جانے والی قرارداد کے آخر میں حسب ذیل عبارت ایزاد کی جائے۔

"نیز پنجاب کی تمام جیلوں میں اگر فوری طور پر عملدرآمد ممکن نہ ہو تو مرحلہ وار نفاذ عمل میں لایا جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ ڈاکٹر وسیم اختر کی طرف سے پیش کی جانے والی قرارداد کے آخر میں حسب ذیل عبارت ایزاد کی جائے۔

"نیز پنجاب کی تمام جیلوں میں اگر فوری طور پر عملدرآمد ممکن نہ ہو تو مرحلہ وار نفاذ عمل میں لایا جائے۔"

(تحریک متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب چیئرمین: ترمیم شدہ قرارداد ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ طویل قید کاٹنے والے قیدیوں کو سال میں کم از کم تین مرتبہ اپنی بیویوں سے جیل میں ملنے کی اجازت دینے کے لئے متعلقہ قوانین و قواعد میں فوری طور پر ضروری ترمیم کی جائے نیز پنجاب کی تمام جیلوں میں اگر فوری طور پر عملدرآمد ممکن نہ ہو تو مرحلہ وار نفاذ عمل میں لایا جائے۔"

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

پوائنٹ آف آرڈر

پرائیویٹ اراکین کے مسودات قانون کو وزراء کی رائے کے لئے ارسال کرنا

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی اس پر رولنگ چاہتا ہوں، آپ آج کے ایجنڈے میں دیکھ لیں کہ کوئی بھی پرائیویٹ ممبر کی طرف سے بل شامل نہیں ہے۔ حالانکہ میں اور میرے ساتھیوں کی نے کم از کم چار بل جمع کروائے ہوئے ہیں۔ اب صورت یہ ہے کہ جو بل ہم جمع کرواتے ہیں اس بل کو ہمارے اسمبلی دفتر کی طرف سے یہ اعتراض لگا کر رائے لینے کے لئے منسٹر کے پاس بھیج دیا جاتا ہے۔ ایک محتسب کا بل ہے جس کے لئے اسمبلی دفتر کی طرف سے کم از کم پانچ reminders منسٹر صاحب کو بھیجے گئے ہیں کہ وہ اس بارے میں رائے دیں اور ڈیڑھ سال سے زائد کا عرصہ ہو گیا ہے لیکن اس کی کوئی رائے نہیں آئی ہے۔ اب اس وقت کسی rules میں یا کسی جگہ اس کی provision نہیں ہے، اگر پرائیویٹ ممبر بل جمع کروائے اور اس میں کوئی قواعد و ضوابط کی غلطی نہ ہو تو اس کو accept کر کے یہاں لانا چاہئے اور منسٹر نے اگر کوئی رائے دینی ہو تو وہ ہاؤس میں دے، اگر اس کو reject کرانا ہو تو وہ reject کرائے، accept کرانا ہو تو accept کرائے اور کمیٹی کو بھیجنا ہے تو کمیٹی کو بھیجے لیکن اگر آپ اس طرح یہ کریں گے اور اس طرح حوصلہ شکنی کی جائے گی کہ پرائیویٹ ممبر جو بل پیش کرے ان کو آپ منسٹر کے پاس بھیج دیں اور وہاں سے ڈیڑھ ڈیڑھ سال کوئی جواب ہی نہ آئے تو یہ بڑی زیادتی کی بات ہے، یہ بالکل rules کے خلاف ہو رہا ہے، میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس بارے میں رولنگ دیں کہ اس طرح ہونا چاہئے یا نہیں ہونا چاہئے اور یہ بالکل غلط ہو رہا ہے۔

جناب چیئرمین: وقاص صاحب! یہ سپیکر صاحب نے technically ایک disorder سمجھی ہے اس لئے یہ وزیر کو بھیجی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: نہیں۔ جناب چیئرمین! اگر یہ disorder technically کریں تو وہ ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے کہ میں سپیکر کی رولنگ کو change over نہیں کر سکتا۔ جب ادھر آجاتی تو پھر میں فیصلہ دے سکتا تھا۔ سپیکر صاحب چیمبر میں کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو وہ بااختیار ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ ہم نے سپیکر صاحب کے فیصلے کو کبھی چیلنج نہیں کیا، چیلنج نہیں کرتے، یہ بات ٹھیک ہے لیکن ایک بل ہم جمع کرواتے ہیں تو اس کو رائے کے لئے منسٹر صاحب کے پاس کیوں بھیج دیا جاتا ہے؟ یہ کس rule کے تحت بھیجا جاتا ہے؟ کوئی rule اس کے اندر موجود نہیں ہے۔ اگر منسٹر صاحب نے کوئی رائے دینی ہے تو وہ یہاں اسمبلی کے floor پر دیں، اس کو reject کرائیں یا اس کو accept کرائیں لیکن وہ بل ان کو بھیج دیا جاتا ہے، سیکرٹری صاحب میری اس بات کی تائید فرمائیں گے۔

جناب چیئرمین: میں سپیکر صاحب سے بات کرنے کے بعد انشاء اللہ آپ کو اس کا جواب دوں گا۔ آپ تشریف رکھیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جی، کب جواب دیں گے؟

جناب چیئرمین: سپیکر صاحب سے بات کر کے کل آپ کو بتادوں گا۔

سید احسان اللہ وقاص: جی، مہربانی۔

چودھری مشتاق احمد (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔

چودھری مشتاق احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ آج کا روزنامہ "انصاف" ہے اس میں ایک خبر ہے کہ "زلزلے سے پنجاب اسمبلی کی چھت میں دراڑوں کا کسی رکن نے نوٹس نہیں لیا، 43 روز گزرنے کے باوجود کسی نے اوپر جا کر نہ دیکھا"۔۔۔

جناب چیئرمین: مشتاق صاحب! مجھے قرار دادیں پڑھ لینے دیں، میں آپ کو ٹائم دوں گا۔ میں سیشن adjourn نہیں کروں گا۔ آپ سے وعدہ ہے، آپ تشریف رکھیں۔

چودھری مشتاق احمد (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! 43روز گزر چکے ہیں، پنجاب اسمبلی کی چھت میں دراڑیں پڑچکی ہیں لیکن گورنمنٹ نے نوٹس نہیں لیا۔

قرار دادیں

(مفاد عامہ سے متعلق)

(---جاری)

جناب چیئرمین: اب ہم بنا رہے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ ہم بھی آپ کے ساتھ ہی ہیں، اکیلے آپ نہیں ہیں۔ as a member of House Committee میں آپ کو assure کرتا ہوں کہ dont worry۔ زندگی موت اللہ کے پاس ہے۔ آج پہلی قرار داد محترمہ صغریٰ امام صاحبہ پیش کریں گی۔

حکومت پنجاب کی طرف سے تجویز کردہ قومی وسائل کی تقسیم کا فارمولا ضلعوں میں اپنانے کا مطالبہ

SYEDA SUGHRA IMAM: Thank you. Mr Chairman!

> "This House is of the opinion that the formula proposed by the Government of the Punjab in respect of distribution of national resources by the National Finance Commission among the provinces be adopted by the Provincial Government of the Punjab in distribution of provincial resources amongst the districts of the Province."

جناب چیئرمین: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ :

"This House is of the opinion that the formula proposed by the Government of the Punjab in respect of distribution of national resources by the National Finance Commission among the provinces be adopted by the Provincial Government of the Punjab in distribution of provincial resources amongst the districts of the Province."

MINISTER FOR FINANCE: Sir, I oppose it.

RANA SANA ULLAH KHAN: I oppose it.

DR. SYED WASEEM AKHTAR: I oppose it.

MR ARSHAD MEHMOOD BAGGU: I oppose it.

MR SAMMI ULLAH KHAN: I oppose it.

جناب چیئرمین: سیدہ صغریٰ امام اپنی قرارداد کے حق میں تقریر کریں۔

SYEDA SUGHRA IMAM: Thank you, Mr Chairman! If I could be allowed to speak in English. I have raised this resolution before the Provincial Assembly today in order to highlight the importance of resource allocation in governance and in modern society.

ہمارے ملک اور معاشرے میں جس طریقے سے resources allocate ہوتے ہیں اس کے تحت ہی ہمارے ملک کی ترقی کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔

Therefore, in the Constitution of Pakistan you have the National Finance Commission which is a constitutional body and has been formed so that all the four federating units of the country of Pakistan can get together and present their point of view and the respective positions before the National Finance Commission.

این۔ایف۔سی ایوارڈ decide کرتا ہے کہ کس province کو کس طریقے سے فنڈز allocate کئے جائیں گے۔

The position of the four provinces as we know: The Punjab has always taken the point of view that the resources of the federation should be divided or allocated according to population. The position of Sindh has been that the resources of the federation should be divided on to the basis of revenue collection.

بلوچستان کا مؤقف یہ رہا کہ اب رقبے کی بنیاد پر جو پاکستان کے وسائل ہیں وہ تقسیم کئے جائیں، N.W.F.P کا مؤقف یہ رہا کہ level of development کو آپ criteria بنائیں۔

That should be the formula whereby the resources of the federation should be distributed. In the past, Mr Chairman! We know that the position of Punjab has more or less prevailed in the NFC and that population has been the primary criteria whereby resources have been distributed among the four federating units. However, despite the fact that the resources among the four federating units are divided according to population. Once those resources come into the respective provinces, once Punjab gets those resources on the basis of its population, we do not know what criteria, what formula, and what logic of rationale of the internal distribution of the resources, is among the districts. I think that it is of absolute essential importance that a formula or criteria be set for the internal distribution of Punjab resources be created so that they can be rationale and logical. I would like to draw your attention to the fact that...

جیسے میں نے کہا کہ این۔ایف۔سی ایوارڈ جب بھی decide ہوا تو آبادی کی بنیاد پر ہی ہوا لیکن جب وہ پیسے پنجاب میں آئے، کیا وہ آبادی کی بنیاد پر تقسیم ہوئے ؟کیونکہ اگر پنجاب کو سندھ کی نسبت، بلوچستان کی نسبت، سرحد کی نسبت زیادہ وسائل ملے تو وہ جھنگ کی آبادی کی وجہ سے، مظفر گڑھ کی آبادی کی وجہ سے، بہاولپور، بہاولنگر، لیہ

All of the districts of the Punjab are equal claimants according to their population. However, I would like to share some figures of the Annual Development Programme which is afterall a component part of the provincial budget and I would like to share how the allocations within Punjab have been made. You will realize even appreciate that population is not the criteria...

میں آپ کو مثال دیتی ہوں، لاہور کو 2004-05 کے Annual Development Programme کے تحت 2014.64 million rupees ملے،

Jhang which is the district that I represent, we got 62.635 million. The allocation to Lahore is 21.8% of the ADP allocation district-wise. Jhang has only got 0.679%. Lahore's population is 6.3 million according to the 1998 census and I would quote the figures of 1998 census becuase there has been no population census that has been carried out after 1998. 6.3 million is Lahore's population, Jhang's population is 2.8 million. So Jhang's population would be about 40 % of the Lahore's population.

لیکن جو Annual Development Programme میں resource allocate ہو رہا ہے وہ لاہور کو 21.8 فیصد ہے اور جھنگ کو 0.67 فیصد ہے۔ جھنگ کی آبادی it is that of 40% Lahore لیکن لاہور کو 40 گناہ زیادہ فنڈز allocate کئے جا رہے ہیں۔ سرگودھا میں its a similar situation سرگودھا کی آبادی 2.66 million ہے لاہور کی 6.3 again ہے

But Sargodha is getting 0.5% of the Annual Development Programme.

اسی طرح ضلع لودھراں

Has been given the least funds in the Annual Development Programme for 2004-05

لودھراں کو 19.9 million روپے مل رہے ہیں جو کہ

The percentage amount of allocation is 0.2 percent to Lodhran which has a papulation of 1.172 million which is of 1/6th of Lahore but rather than getting 1/6th of the funds it is getting 100% of the funds of Lahore. So the idea is to create a system, to create a rationale, to create a logic whereby the internal distribution of Punjab resouces will be done district-wise in a manner, in a fashion which will be logical, which will be rationale, which will be fair and what would be fair, what would be rational, what would be logical, would be that the position that Punjab assumes in the NFC Award that position should then be applied to where the Punjab resources are distributed internally among the districts within the Punjab. Mr Chairman! in order to make sure that development takes place on a parity basis we must be aware, we must be congnizant of the fact that resource allocation should be done in a transparent, just and logical manner and a formula should be fixed so that whoever, is the leader of this Province not change certain set parameters Because if the parameters are changed then injustice can prevail and we have to make sure that development takes palce in a fair manner so that it can be sustainable. Thank you Mr Chairman.

جناب چیئرمین: جی، اس کے حق میں کوئی اور معزز رکن بات کرنا چاہتے ہیں؟ رانا صاحب! آپ نے اسے oppose کیا تھا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! ہم سے پہلے وزیر خزانہ صاحب نے اسے oppose کیا تھا لہذا پہلے وہ بات کر لیں اس کے بعد ہم بات کریں گے۔

جناب چیئرمین: پہلے آپ بات کر لیں وہ winding up تقریر میں بات کر لیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: نہیں، جناب! پہلے ان کا مؤقف آ جائے تو پھر ہم بات کریں گے۔

جناب چیئرمین: اس میں مزید دو co-movers بھی ہیں۔ جی، محسن لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب چیئرمین! میں بھی اس قرارداد کے co-movers میں سے ایک ہوں۔ جناب والا! قبل ازیں جو بھی بجٹ آئے میں ان میں یہی گزارش کرتا رہا ہوں کہ جو resource allocation ہے وہ مناسب اور fair نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے لئے کوئی بھی set parameters نہیں ہیں۔ اس حوالے سے کوئی بھی واضح پالیسی نہیں ہے کہ ہمارے صوبے کے جو وسائل ہیں ان کو کس طرح استعمال کرنا ہے۔ اگر ہم اسمبلی میں یہ ایک قرارداد پاس کر کے حکومت کو پیش کرتے ہیں کہ آپ بے شک کوئی بھی فارمولا بنا دیں، کوئی قانون یا rules آف بزنس، rules آف گیم بنا دیں کہ کس فارمولے کے تحت ہم resources کی تقسیم کریں گے۔ فی الحال یہی ہو رہا ہے کہ جو بھی صاحب اقتدار ہوتا ہے، جو بھی وزیر اعلیٰ یا گورنر ہوتا ہے اس کا جس طرح دل چاہتا ہے، کر لیتا ہے۔ بجائے اس کے کہ ایک شخص کی ذاتی خواہش یا مرضی کے مطابق صوبے کے اندر وسائل کی تقسیم ہو یہ کسی ایک واضح قانون یا فارمولے کے تحت کی جانی چاہئے۔ میں اکثر issues اٹھاتا رہتا ہوں کہ ہمارے علاقے development کے لحاظ سے پیچھے رہ جاتے ہیں وہ اسی لئے کہ ہم somehow نظر میں نہیں آتے اور پیچھے رہ جاتے ہیں۔ جب ہم ایک قانون بنا دیں گے تو پھر یہ disparity انشاء اللہ remove ہو جائے گی۔ شکریہ

جناب چیئرمین: جی، محترمہ حمیرا اویس صاحبہ!

وزیر خزانہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ جنہوں نے اسے oppose کیا ہے وہ اپنا point of view دے دیں، میں آخر میں تمام کا جواب دے دوں گا۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ جی، محترمہ!

محترمہ حمیرا اویس شاہد: شکریہ۔ جناب والا! favouritism and adhocism کی بنیادوں پر ہمیشہ ہمارے بجٹ اور ADP کی allocation ہوئی ہے۔ یہ ابھی سے نہیں بلکہ ہماری ایک tradition

رہی ہے، پچھلی سیاسی حکومتوں نے بھی یہی کیا اور یہ accusation ہمیشہ حکومت پر رہی کہ Cabinet میں ممبرز always get a major chunk and share of the ADP اسی لئے ہمارے ہاں وزارت کو اہمیت دی جاتی ہے کہ:

> "One should be in the Cabinet and then you can influence and get a major chunk in the ADP. If the Government has its own internal formula then it needs to be declared."

حکومت کے لئے یہ بہترین موقع ہے to defend and bring forward کہ ان کا way of allocation کیا رہا ہے۔ دوسرا This is a way you know the Cabinet members can defend کہ ہمیشہ ان کی accusation آتی ہے کہ چونکہ فلاں منسٹر رہا تو اتنا زیادہ allocation or chunk of money went to that particular district. As my co-member said I would say that coming towards my co-member who has moved کہ there are no parameters set for this. This has created an air of resentment. ساؤتھ پنجاب کے ممبرز نے repeatedly اس ہاؤس میں بہت دفعہ آواز اٹھائی ہے کہ They have been a victim of unfair system میں یہ کہوں گی کہ اگر یہ قرارداد پاس ہوتی ہے تو

This would be a very good contribution towards bringing justice, equity and fairness to the districts. Thank you.

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: وارث کلو صاحب! آپ نے تو اسے oppose نہیں کیا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: جناب والا! میں ابھی پہنچا ہوں اور پوائنٹ آف آرڈر پر میں تھوڑی سی بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جنہوں نے اسے oppose کیا ہے انہیں پہلے بات کر لینے دیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی، ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! بہتر تو یہ تھا کہ پہلے وزیر خزانہ صاحب بات کر لیتے، اپنا مؤقف دے دیتے پھر ہم بات کرتے۔

جناب چیئرمین: انہوں نے کہا ہے کہ پہلے اپوزیشن کے ممبران اس پر بات کر لیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! یہ کوئی ضروری نہیں ہے اس کا طریق کار تو یہی ہے کہ ترتیب کے ساتھ جس جس نے پہلے oppose کیا ہے اسے ہی پہلے موقع دیا جاتا ہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ وزیر خزانہ پہلے بات کر لیتے بہر حال اب چونکہ آپ کا حکم ہے تو میں بات کرتا ہوں۔

وزیر جیل خانہ جات: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! جب بھی کوئی قرار داد پیش ہوتی ہے تو definitely متعلقہ وزیر یا تو اس کی مخالفت کرتا ہے یا اس کی تائید کرتا ہے۔ اس میں جتنے بھی oppose کرنے والے یا movers ہوتے ہیں وہ پہلے اس پر debate کرتے ہیں اور متعلقہ وزیر آخر میں winding up speech میں اپنا نقطہ نظر بیان کرتا ہے۔ یہی اس اسمبلی کی روایات ہیں، ہمیشہ اسی طرح ہوتا آیا ہے۔ اگر کسی کی اپنی قرار داد ہو گی تو وہ خود discuss کرے گا اور اس کے بعد باقی ممبران اس پر بحث کریں گے۔ otherwise اسی طرح ہوتا ہے کہ متعلقہ وزیر اس کو آخر میں wind up کرتا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! جو کچھ سعید اکبر نوانی صاحب نے فرمایا ہے وہ یہاں پر اس لئے relevant نہیں ہے کہ یہاں پر وزیر خزانہ صاحب نے کوئی wind up speech نہیں کرنی۔ اس میں یہ ہے کہ ایک قرار داد پیش ہوئی ہے اور اس میں جو point اٹھایا گیا ہے اس میں movers نے اپنا نقطہ نظر دے دیا ہے۔ اس قرار داد میں یہ ہے کہ :

This House is of the opinion that the formula proposed by the Government of the Punjab.

انہوں نے proposed formula کی بنیاد پر یہ قرار داد دی ہے اور اس کے بعد movers نے arguments میں یہ بات کی ہے کہ آبادی کی بنیاد پر اضلاع کو sources ملنے چاہئیں۔ آیا وہ آبادی کی بنیاد پر مل رہے ہیں ؟ backward areas کے ممبران یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہمیں پورے sources نہیں مل رہے۔ ہو سکتا ہے کہ جب وزیر خزانہ اپنا نقطہ نظر پیش کریں تو وہ اس میں بتائیں کہ

آپ کو تو آپ کی آبادی سے زیادہ share مل رہا ہے یعنی جو movers figures نے پیش کئے ہیں ان کو وہ contradict کریں۔ یہ proposed formula جس کا ذکر نہ قرار داد میں ہے اور نہ اس کا ذکر movers نے اپنی تقاریر میں کیا۔ وزیر خزانہ صاحب کو پتا ہے کیونکہ NFC ایوارڈ سے متعلقہ جتنی میٹنگز ہوئی ہیں ان میں وہ شریک رہے ہیں لیکن واپس آکر انہوں نے ہمیں بتانا کبھی مناسب نہیں سمجھا کہ وہاں پر ان کا کیا مؤقف ہے، وہاں پر انہوں نے کیا propose کیا ہے تو یہ ایسی چیزیں ہیں کہ جن کے متعلق اگر حکومت اور وزیر خزانہ کا نقطہ نظر سامنے آجائے تو ہم اپنی بات کو زیادہ بہتر انداز سے کر سکیں گے۔ ورنہ یہ کہ ہم ایک دفعہ بات کریں گے اس کے بعد جب یہ اپنے figures پیش کریں گے تو پھر altogether یہ بات irrelevent ہو جائے گی اور ہمیں دوبارہ اس کی وضاحت یا بحث کرنا پڑے گی۔ اس میں winding up والا کوئی مسئلہ نہیں ہے ہر کسی نے اپنا نقطہ نظر دینا ہے۔ اس میں وزیر خزانہ نے wind up نہیں کرنا۔

وزیر جیل خانہ جات: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! حکومت کا جو point of view ہو گا، اس بارے میں جو پالیسی ہو گی یا اس میں پائی جانے والی تفریق کی وہ وجوہات بتائیں گے۔ انہوں نے بات کرنی ہے اور اس پر بحث ہونی ہے۔ بحث اور ہوتی ہے لیکن جب کوئی قرار داد move ہوتی ہے یا on the floor of the House کوئی بھی بات move ہوتی ہے اگر اس پر بحث ہو تو پھر ٹھیک ہے کہ متعلقہ منسٹر اپنا point of view دے اور پورا ہاؤس اس پر بحث کرے۔۔۔

(اذان ظہر)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! نوانی صاحب نے تو مسئلہ ہی حل کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اس پر کوئی بحث نہیں ہونی

When there is no discussion, there is no wind up. Who opposes first, speaks first.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ابھی ایک mover رہتے ہیں پہلے ان کی بات سن لیتے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! وارث کلو صاحب mover نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین: جی، عابد چٹھہ صاحب! آدھے گھنٹے کے لئے نماز کا وقفہ کیا جاتا ہے۔ آدھے گھنٹے بعد دوبارہ ہاؤس شروع کیا جائے گا۔

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے لئے آدھے گھنٹے کے لئے اجلاس کی کارروائی ملتوی کر دی گئی)

(نماز ظہر کے وقفہ کے بعد جناب چیئرمین رائے اعجاز احمد 1.43 پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! پہلی بات جو میں اس قرارداد کو oppose کرنے سے متعلق کرنا چاہتا ہوں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ یہ قرارداد محترمہ سیدہ صغریٰ امام اور جناب محسن لغاری صاحب وہاں بیٹھ کر نہ کرتے بلکہ یہاں آکر پیش کرتے۔ آپ دیکھیں کہ within the Party frustration کیا ہے کہ یہ مسائل ایسے ہیں کہ جن پر پارٹی کے اندر بیٹھ کر discussion ہو سکتی ہے، گورنمنٹ کے لوگ گورنمنٹ کو مجبور کر سکتے ہیں کہ فلاں فارمولا آپ اپنائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ این ایف سی ایوارڈ پر پچھلے ایک سال سے اپوزیشن کی طرف سے بار بار گورنمنٹ کو کہا جاتا رہا ہے کہ خدا کے لئے یہ این ایف سی ایوارڈ کا کوئی اتنا secret معاملہ نہیں ہے، جب بلوچستان نے اپنا مؤقف پریس کانفرنس میں بیٹھ کر پیش کر دیا، سندھ حکومت نے یہ کہہ دیا ہے کہ ہمارا فارمولا یہ ہے کہ ہم ریونیو کی بنیاد پر اس فارمولے کو تسلیم کریں گے۔ سوائے پنجاب کے اسی طرح صوبہ سرحد کا مؤقف بھی یہ ہے۔ کیا وجہ ہے کہ پنجاب اپنا مؤقف بیان نہیں کرنا چاہتا، یہ کیوں اعتراض کر رہا ہے، اس پر کیوں avoid کر رہا ہے اور یہ این ایف سی ایوارڈ کا فارمولا سب سے بڑے فورم میں اس اسمبلی میں پیش نہیں کرنا چاہتا؟

جناب چیئرمین! میری تیسری گزارش یہ ہے کہ میں نے اس قرارداد کو oppose اس لئے کیا ہے کہ محترمہ نے یہ فرمایا ہے کہ چونکہ پنجاب کو این ایف سی ایوارڈ سے آبادی کی بنیاد پر حصہ ملتا ہے لہذا ہمیں چاہئے کہ آبادی ہی کی بنیاد پر ڈسٹرکٹ level پر بھی اس کی تقسیم کریں۔ ابھی تو این ایف سی ایوارڈ announce ہی نہیں ہوا۔ یہ تو پہلے کا فارمولا ہے، یہ یہاں پر ابھی applicable نہیں ہوا۔ جب یہ این ایف سی ایوارڈ announce ہو جائے گا۔۔۔

سیدہ صغریٰ امام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، محترمہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سیدہ صغریٰ امام: جناب چیئرمین! میں فاضل رکن کو وضاحت کر دوں کہ میں نے جو resolution Propose کی ہے میں نے اس میں یہ واضح طور پر کہا ہے کہ جو این ایف سی ایوارڈ کا فارمولا اپنائیں،

یہاں جو پنجاب گورنمنٹ فارمولا propose کرے، میں نے آبادی کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ میں نے یہی کہا ہے کہ:

> Whichever formula the NFC adopts or that is proposed by the Provincial Government should be the formula which is then applied towards the internal distribution of resources.

این ایف سی ایوارڈ جو بھی فارمولا adopt کرتا ہے یا پنجاب گورنمنٹ جو بھی فارمولا propose کرتی ہے۔ گو کہ وہ آبادی کی بنیاد پر ہو، لیول آف ڈویلپمنٹ کی بنیاد پر ہو، ایریا کی بنیاد پر ہو یا ریونیو collection کی بنیاد پر ہو، یہ تو آگے کی بات ہے لیکن اسی فارمولا کے تحت پھر logical بات یہ ہو گی کہ جب وہ پیسے، resources یا وہ وسائل پنجاب میں آتے ہیں تو اس کی internal distribution اسی فارمولا کے تحت کی جانی چاہئے تاکہ کوئی criteria بنے، کوئی فارمولا بنے، کوئی logic بنے، کوئی priorities بنائی جائیں۔ بجائے اس کے کہ جو موجودہ حالات ہیں یعنی کسی بھی بنیاد پر یہ distribution ہو سکتی ہے۔

جناب چیئرمین: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! مجھے اس بات سے تو کوئی اختلاف نہیں کہ یہ distribution کس بنیاد پر ہونی چاہئے۔ یہ جو تقسیم ہو رہی ہے اس کا تو پتا ہی نہیں ہے۔ یہ جو این ایف سی ایوارڈ ہے اس فارمولے کے تحت یہ distribution نہیں ہو رہی۔ پتا نہیں گورنمنٹ کی کیا priorities ہیں، بہتر طور پر تو گورنمنٹ ہی بتا سکتی ہے کہ یہ کس بنیاد پر تقسیم ہو رہی ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ جو frustration ہے یا روزانہ اس اسمبلی کے فورم پر کبھی ادھر سے، کبھی ادھر سے، کبھی جنوبی پنجاب کی طرف سے آوازیں اٹھتی ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ اس کا سدباب ہونا چاہئے۔ اس کا طریق کار یہ ہے کہ یا تو اس فورم پر اس کو decide کریں کہ اس کا سدباب کس طرح ہونا چاہئے یا پھر within the Party اس کا سدباب ہونا چاہئے کہ وہاں پر بیٹھ کر کوئی فارمولا بھی طے کیا جائے لیکن میں یہ کہوں گا کہ سب سے بڑی بات یہی ہے کہ این ایف سی ایوارڈ کو announce ہونا چاہئے۔ پنجاب گورنمنٹ کو اس اسمبلی میں اپنی observation ضرور بتانی چاہئے، انہوں نے وہاں پر کیا فارمولا adopt کیا ہے، پنجاب کا کیا مؤقف ہے اور یہ کس مؤقف پر ڈٹے ہوئے ہیں اور اس کی کیا وجوہات ہیں کہ ابھی تک این

ایف سی ایوارڈ announce نہیں ہوا؟ شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ابھی عابد چٹھہ صاحب تقریر کریں گے۔ جی، عابد چٹھہ صاحب!

جناب عابد حسین چٹھہ: شکریہ۔ جناب چیئرمین! اس قرار داد پر میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ جو ریونیوز فیڈرل level پر اکٹھے ہوتے ہیں ان کے دو components ہوتے ہیں۔ ایک وہ which is available for distribution among the provinces اور دوسرا وہ جو کہ فیڈرل گورنمنٹ اپنے پاس رکھتی ہے۔ وہ پیسا جو کہ provinces کے درمیان distribute ہوتا ہے وہ این ایف سی ایوارڈ کی basis پر ہوتا ہے مگر وہ پیسا جو فیڈرل گورنمنٹ اپنے پاس رکھتی ہے اس حد تک اس کی discretion ہونی چاہئے کہ فیڈرل گورنمنٹ اپنی مرضی سے اسے invest یا expend کر سکے کیونکہ بہت سارے پروگرام ایسے ہوتے ہیں جو area based یا population based نہیں ہوتے۔ For instance Defence کا پیسا جانا ہے یا نیوکلیئر پروگرام کو finance کرنا ہے تو وہ سارے ملک کے لئے collective programmes ہوتے ہیں جو اس پیسے سے finance کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح جب provinces کے پاس پیسا آتا ہے اس کے بھی دو components ہوتے ہیں ایک وہ پیسا Which is available and which is reserved for distribution among the constituent units such as the Districts and Tehsils اور دوسرا وہ پیسا جو کہ Provincial Governement اپنے پروگراموں کو fund کرنے کے لئے اپنے پاس رکھتی ہے تو میں اس Resolution کو اس طرح دیکھتا ہوں کہ جو پیسا for distribution among the constituent parts reserved ہے وہ پیسا population کی بنیاد پر distribute ہونا چاہئے اور لوکل گورنمنٹ آرڈیننس میں Provincial Finance Commission کی provision ہے۔ میرے علم میں نہیں ہے کہ کیا وہ اب تک بن چکا ہے اور کیا پیسا اس کی recommendations کے مطابق disribute ہو رہا ہے اگر نہیں تو ایسا ہونا چاہئے اور وہاں پر population کا criterion استعمال کرنا چاہئے۔ باقی وہ پیسا جو کہ صوبائی حکومت کا اپنا پیسا ہے اور جو اس نے اپنے پروگراموں کے ذریعے سے خرچ کرنا ہے وہاں اس قسم کی parity میری نظر میں ممکن اس لئے نہیں ہے کہ صوبائی حکومت کے بہت سے ایسے پروگرام ہیں جو کہ area based ہیں population based نہیں ہیں۔ وہاں پر Provincial Government کا prerogative ہونا چاہئے کہ وہ اس کو اپنی ترجیحات کے مطابق خرچ کر سکے۔

For instance اگر آپ نے ایک یونیورسٹی بنانی ہے وہ پورے پنجاب کے لئے ایک بنانی ہے وہ اگر لاہور میں بن جاتی ہے تو گورنمنٹ کا اتنا prerogative ضرور ہونا چاہئے۔ اسی طرح ہر شہر اور صوبے کے حالات وواقعات کے حساب سے ایک chunk جو ان کے اپنے پاس available ہے اس میں اگر گورنمنٹ کا prerogative نہیں ہوگا تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ یہ زیادتی ہوگی لیکن وہ پیسا جو کہ distribution کے لئے available ہے وہ population کی base پر spend ہونا چاہئے۔ اسی طرح جب وہ پیسا constituent units کے پاس، districts کے پاس یا تحصیل کے پاس جاتا ہے تو ان کا بھی ایک حصہ جو کہ مساوی بنیادوں پر یونین میں تقسیم ہونا چاہئے۔ یہ میرا نقطہ نظر ہے۔

چودھری اعجاز احمد سماں: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

چودھری اعجاز احمد سماں: جناب چیئرمین! جس طرح این ایف سی ایوارڈ کا فیڈرل گورنمنٹ ہمیشہ یہ ذہن میں تصور رکھتی ہے کہ جو سندھ ہے وہاں revenue collection بہت زیادہ ہے یا پنجاب کی آبادی زیادہ ہے، بلوچستان رقبے کے لحاظ سے بڑا ہے۔ اس لحاظ سے محترمہ کا مسئلہ صحیح ہے کہ پنجاب میں بھی ایسی ہی بنیادوں پر ہونا چاہئے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ لاہور کے سوا پنجاب کے جتنے بھی اضلاع ہیں جس طرح گوجرانوالہ ڈویژن ہے جس کی آبادی کراچی ڈویژن کے برابر ہے لیکن سہولتوں کے حساب سے پنجاب میں گوجرانوالہ، وزیرآباد، نارووال، حافظ آباد سب سے پسماندہ ہے۔ خصوصی طور پر وزیرآباد جو کہ میرا حلقہ ہے وہاں پر ہسپتال، سکول، سڑکیں، کوئی بھی چیز آپ وہاں جا کر دیکھ لیں کہ جب سے یہ حکومت آئی ہے ہمارا نقصان ہو رہا ہے، ہماری حق تلفی ہو رہی ہے۔ وہاں پر پاکستان بننے سے پہلے جو سکول تھے آج بھی وہی سکول ہیں۔ بنیادی جھگڑے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ضلعی حکومتوں اور ایم۔پی۔ایز کا آپس میں رابطہ نہیں۔ جس طرح محکمہ ایجوکیشن کے سوالات چل رہے تھے تو ایک honourable ممبر جو ابھی اسی ہاؤس کی ممبر ہیں، Federal Interior Minister شاہ جیونہ سے ہیں۔ لاہور گرائمر سکول کی مالکہ اسی سے ہیں، جھنگ ضلع کو ایک اعزاز حاصل تھا کہ پاکستان میں ایک ہی نوبل پرائز فزکس میں ملا اور وہ جھنگ ضلع تھا۔ ایک طرف وہ ایم۔پی۔ایز ہیں دوسری طرف وہاں کے ضلعی ناظم پچھلے چار سال سے وہی رہے، اب پھر چار سال کے لئے منتخب ہو گئے ہیں۔ ان کا جو سلطان باہو سکول ہے اس میں سائنس ٹیچر نہیں، اسی طرح کھیانہ دیکھ لیں، یہ جو تنازعے ہیں، یہ ہمارے ہر ضلع کا ایک جھگڑا ہے۔ یہ جو بنیاد ہے اس کو ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ ہم اس کو

کس تناظر میں لیں گے اور جو بھی ہماری پسماندگی ہے ، ہمارے جو مسائل ہیں۔ ہم ہمیشہ مستقل agitation کریں گے کہ جو لاہور میں ذرائع استعمال ہو رہے ہیں یہ ہمارے ضلعوں کے برابر ہونے چاہئیں۔ ہمارے بچوں کو یہاں پڑھنے کے لئے آنا پڑتا ہے یہ بھی پنجاب کے ہر ضلع کے ساتھ ناانصافی ہے۔ حکومت کو اس چیز کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے کہ کس طرح یہ پنجاب کے ہر ضلع کو برابری کی بنیاد پر رکھ سکیں گے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب چیئرمین! اصولی طور پر دو بنیادوں پر میں اس قرارداد کی مخالفت کر رہا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ سب سے پہلے تو ایوان کو اس بات کا علم ہونا چاہئے کہ این۔ ایف۔ سی ایوارڈ کیا ہے اور پنجاب گورنمنٹ اس کے بارے میں کیا لائحہ عمل رکھتی ہے اور ان کا کیا سٹینڈ ہے اور انہوں نے کیا فارمولا مرکز میں پیش کیا ہے؟ مجھے اس کے بارے میں پورا تحفظ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایوان میں یہ معاملہ بار بار آیا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ پچھلے اجلاس میں اس پر لمبی بحث ہوئی تھی اور ہاؤس کی طرف سے بڑا مطالبہ تھا کہ وزیر خزانہ صاحب پوری تفصیل سے بیان کریں کہ حکومت پنجاب کا این۔ ایف۔ سی ایوارڈ کے حوالے سے کیا مؤقف ہے؟ صوبہ سندھ، صوبہ بلوچستان اور صوبہ سرحد کا سٹینڈ جو ہے ان کے فنانس منسٹر صاحبان، ان کے چیف منسٹر صاحبان ہاؤس میں بھی بیان کر چکے ہیں اور ہاؤس سے باہر بھی بڑی تفصیل کے ساتھ اس پر روشنی ڈالتے ہیں اور اگر کوئی پس پردہ چیزیں ہیں تو وہ پنجاب کی طرف سے ہیں، دال میں کالا ہے اور کوئی نہ کوئی چیز fishy fishy ہے۔ جس کے نتیجے میں یہ ساری باتیں یہاں ایوان میں نہیں رکھنا چاہتے۔ یہ پنجاب کا سب سے اہم اور معزز ایوان ہے۔ یہیں سے اس قسم کے فیصلے ہونے چاہئیں اور ہوتے بھی رہے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلے تو فنانس منسٹر صاحب کو اس ہاؤس کو اعتماد میں لینا چاہئے کہ ہم یہ فارمولا پیش کر رہے ہیں۔ تاکہ اس کے بعد اس پر بحث چل سکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ابھی انہوں نے فارمولا پیش نہیں کیا۔ ہمیں کوئی معلوم نہیں کہ کیا چیز ہے، کیا نہیں؟ ماضی میں اس کے بارے میں جس طرح کے ڈویلپمنٹ فنڈز اور جس طرح کے منصوبے پورے پنجاب میں منظور ہوتے رہے ہیں اس کے بارے میں بالخصوص جنوبی پنجاب کے لوگوں کے بڑے تحفظات ہیں۔ اس بارے میں پسماندہ علاقوں کے لوگوں میں محرومیوں کا احساس ہے اور اسی احساس کا اس ایوان میں مسلسل اظہار بھی ہماری طرف سے ہوتا رہتا ہے اور اس کے نتیجے

میں چیف منسٹر، دو چار اور منسٹر بھی اس بارے میں بات کرتے ہیں کہ نہیں جی جنوبی پنجاب کی محرومیوں کا ازالہ کیا جائے گا۔ یعنی اب وہ بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ماضی میں Southern Punjab کے ساتھ زیادتی ہوتی رہی ہے۔ اس حوالے سے ضرورت اس بات کی ہے کہ مستقبل میں جو منصوبہ بندی کی جائے اس میں جنوبی پنجاب کے پسماندہ علاقوں اور پنجاب کے دوسرے پسماندہ علاقوں کو ترجیح دی جائے۔ اس حوالے سے اگر انہوں نے یہاں پر کوئی ایسا فارمولا پیش کر دیا جس میں پھر developed علاقوں ہی کے لئے فنڈز رکھ دیئے گئے تو پھر ہمارے حقوق پر شب خون مارنے کے مترادف ہوگا۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ درست نہیں ہے۔ پہلے یہ پوری تفصیل بیان کر دیں اس لئے ہم بار بار اس بات کا اعادہ کر رہے ہیں کہ فنانس منسٹر صاحب پہلے اس پر بات کر دیں۔ اگر یہ پہلے بتا دیتے اور ہو سکتا ہے کہ ہم اس سے agree کرتے اور اتنی لمبی debate کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور ہم سب لوگ فنانس منسٹر صاحب کے نقطہ نظر سے متفق ہوتے۔ اب بھی جب آپ نے پوچھا تو فنانس منسٹر نے کھڑے ہو کر کہا کہ جی میں سب سے آخر میں بات کروں گا۔ ہمیں معلوم ہے کہ سب سے آخر میں کیا ہوگا۔ اسی طرح گول مول کر کے کوئی چیز یہاں پر پیش کر دیں گے اور پھر یہ ہاؤس لاعلم رہے گا، پورا پنجاب بھی لاعلم رہے گا کہ پنجاب کے فنانس منسٹر صاحب نیشنل فنانس کمیشن (N.F.C) کے حوالے سے کیا سٹینڈ رکھتے ہیں اور ان کی کیا ترجیحات ہیں اور کس طرح اس کی distribution وہاں پر طے کر رہے ہیں؟ پہلے ہی کافی ٹائم lapse ہوا ہے اور finances کے حوالے سے بالکل غیر آئینی طور پر سارے معاملات چل رہے ہیں اس لئے میں آپ سے دوبارہ یہ درخواست کروں گا کہ آپ ایک بااختیار کرسی کے اوپر بااختیار چیئرمین بیٹھے ہیں اور اس میں آپ انہیں اب بھی ڈائریکٹ کریں کہ فنانس منسٹر اپنا مؤقف بیان کریں تاکہ اس کی روشنی میں مزید بہتری کے لئے کوئی تجاویز دی جا سکیں۔ یہ اتنا حساس معاملہ ہے کہ اس کو ہم کسی debate، کسی بحث برائے بحث اور کسی سیاسی مخالفت کی بھینٹ نہیں چڑھانا چاہتے بلکہ ہم بالکل honestly چاہتے ہیں کہ یہ کوئی چیز پیش کریں۔ اس کے اندر اصلاح کے لئے اور صوبے کے مفاد کے لئے ہم کوئی چیز پیش کرنا چاہیں تو وہ بات پھر اس کے بعد میں بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے میں آپ سے گزارش کروں گا کہ انہیں کہیں کہ یہ اپنا فارمولا پیش کریں اور دوسری بات میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کبھی بھی یہ ساری صورتحال کو clear نہیں کریں گے اور نہ ہی انہوں نے کبھی اس بات کو ماننا ہے جو صغریٰ امام صاحبہ نے پیش کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوٹے بنانے کا، لوگوں کی خرید و فروخت کرنے کا، لوگوں

کو pressurize کرنے کا یہی تو ایک ہتھکنڈہ ہوتا ہے تو یہ کلچر انہوں نے کبھی بھی ختم نہیں ہونے دینا اس لئے کبھی بھی ان کے مفاد کے اندر نہیں ہے کہ وہ اس قسم کے فارمولے کو باضابطہ approve کر لیں۔ اس کے بعد فنانس منسٹر صاحب کے بھی ہاتھ کٹ جائیں گے، چیف منسٹر صاحب کے بھی ہاتھ کٹ جائیں گے اور یہ سارا سلسلہ ایک streamline ہو جائے گا اس لئے تو یہ چاہتے نہیں ہیں، خوامخواہ کی بحث کے اندر اسمبلی کو ڈالا ہے، میں اس حوالے سے اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: شکریہ۔ جناب چیئرمین! یہ جو قرارداد ہماری معزز رکن اسمبلی نے پیش کی ہے جس کی حکومت اور اپوزیشن دونوں مشترکہ طور پر مخالفت کر رہے ہیں میں اس قرارداد کی مکمل حمایت کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ قرارداد بالکل درست ہے اور قرآن حکیم میں ہے کہ "لم تقولون ما لا تفعلون" وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے ہو۔ یہ بالکل درست بات ہے کہ حکومت جس فارمولے کی بنیاد پر پاکستان کی فیڈرل گورنمنٹ سے اپنا حصہ لینا چاہتی ہے اسی فارمولے کی بنیاد پر باقی اضلاع کو سارے علاقوں کو finances دینے چاہئیں۔ یہ ہمارا صوبہ ہے اور ہم سب یہاں مل جل کر رہتے ہیں۔ ہر علاقے کی ترقی صوبے کی ترقی ہو گی اور کبھی بھی اس صوبے کے معاشی حالات اس وقت تک بہتر نہیں ہوں گے جب تک یہاں پر سارے کے سارے صوبے کو آپ بہتر بنانے کی کوشش نہیں کریں گے۔ چند مخصوص جگہوں پر آپ انڈسٹریل سٹیٹس بنا لیں، آپ چند مخصوص جگہوں پر کروڑوں، اربوں روپے کے فنڈز دے دیں لیکن باقی علاقوں کو محروم رکھیں تو اس سے کبھی بہتری نہیں ہو گی اور معاملات تبھی بہتر ہوں گے کہ جب آپ انصاف کے ساتھ ایک فارمولا بنا کر وسائل فراہم کریں اور اگر حکمرانوں کے ہاتھ میں رہنے دیں تو وہ جس طرح چاہتے ہیں، اپنی مرضی سے استعمال کرتے ہیں لیکن اس کا ایک فارمولا بنا ہوا ہو جس کی طرف ہماری معزز رکن اسمبلی نے اشارہ کیا ہے۔ اگر اس فارمولے کی بنیاد پر یہ وسائل سب علاقوں کو اس کی ضرورت کے مطابق فراہم کئے جائیں گے تو یہ انصاف کے قریب ہو گا۔ اس لئے میں اس قرارداد کی مکمل حمایت کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: سمیع اللہ خان صاحب!

جناب سمیع اللہ خان: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میرے خیال میں تین سال میں پہلی قرارداد ہے

جس میں بہت ساری confusions ہیں یعنی جو اس کے حق میں ہیں ان کے پاس بھی کوئی واضح stand نہیں ہے اور جو اس کو oppose کر رہے ہیں ان کے پاس بھی نہیں، اس کی دو تین وجوہ ہیں پچھلے سے پچھلے سیشن میں این۔ایف۔سی ایوارڈ پر اس اسمبلی میں بہت ہنگامہ بھی ہوا تھا، اتنے شدید احتجاج کے باوجود فنانس منسٹر پنجاب نے اس فارمولے کا کوئی point اس ہاؤس میں نہیں بتایا اس لئے ابھی تک پنجاب کے proposed فارمولے کی کوئی شکل اس ہاؤس میں کسی ممبر کے پاس فنانس منسٹر یا چیف منسٹر کے علاوہ پتا نہیں کسی کے پاس ہو گی یا نہیں ہو گی، جس کی base پر یہ قرارداد آئی ہے اور logically بات یہ ہے کہ معزز ممبر نے یہ move کیا ہے کہ جو بھی فارمولا پنجاب تجویز کرے اسی طرح سے پھر resources کی distribution اضلاع میں کی جائے لیکن اپنی speech میں انہوں نے ایک نقطہ نظر کی وکالت کی ہے جو یقینی بات ہے کہ وہ پاپولیشن کا ہے یعنی اب یہ ایسی بات نہیں ہے ان کی قرارداد کی کہ انہوں نے کہا کہ جو بھی پنجاب کرے وہی same districts ہو۔جب انہوں نے detailed میں بات کی ہے اور اس میں انہوں نے کچھ figures quote کئے ہیں وہ یقینی بات ہے لاہور، جھنگ اور لودھراں یعنی وہ ساری پاپولیشن کو base کر کے انہوں نے اپنا case مفروضے پر یہ لیا ہے کہ یہ پاپولیشن پر ہو گا۔۔۔

سیدہ صغریٰ امام: جناب چیئرمین! میں وضاحت کرنا چاہتی ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، محترمہ!

سیدہ صغریٰ امام: شکریہ۔جناب چیئرمین! میں نے وہ figures اس وجہ سے quote کئے تھے، میں فاضل رکن کو بتادوں کہ میں نے یہ کہا تھا کہ جو ماضی میں چھ این۔ایف۔سی ایوارڈز Announce کئے گئے ہیں They have been on the basis of the population اور 2004-05 کے A.D.P میں اسی فارمولے کے تحت حکومت پنجاب کو فنڈز دیئے گئے تھے، It was on the basis of population. So that is why on that issue I raised کیونکہ ماضی میں یہی چلا ہے اور اب آئندہ جو این۔ایف۔سی ایوارڈ آ رہا ہے یا زیر بحث ہے یا زیر غور ہے جب announce ہو تو اس کا جو فارمولا آئے اس کے تحت ہمیں چلنا چاہئے۔ میں نے اس وجہ سے population کا نکتہ raise کیا تھا۔

جناب چیئرمین: جی، سمیع اللہ صاحب!

جناب سمیع اللہ خان: جناب چیئر مین! اس سے آگے جائیں تو جو میری انفارمیشن ہے کہ پنجاب جو اپنے resources کی distribution کرتا ہے اس میں وہ 67 فیصد پاپولیشن پر کرتا ہے اور 33 فیصد جو level of development وہاں پر capital کے حوالے سے کرتا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ فنانس منسٹر صاحب اس کے بعد اگر اس میں کوئی بات کریں لیکن محترمہ نے جو اپنی speech میں کہا، میں کہہ رہا ہوں کہ اس میں بھی وہ ایک طرح سے نہیں ہے جو 67 فیصد پاپولیشن پر یہ resources تقسیم ہوتے ہیں پنجاب کے districts ہیں۔ اب جو figures محترمہ نے رکھے ہیں وہ اس سے match نہیں کرتے یا تو ماضی میں districts کو distribution اس فارمولے کے تحت نہیں ہوئی کہ پاپولیشن کی base پر 67 فیصد ہوگا چونکہ جتنا بڑا gap جھنگ اور لاہور میں انہوں نے بتایا ہے وہ یہ 67 فیصد اور 33 فیصد کو match نہیں کر رہا جو پنجاب کا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ماضی میں پنجاب میں جس کی بھی حکومت رہی اور جس بھی انداز سے رہا یعنی یہ 67 فیصد کا جو فارمولہ ہے اس کی violation کی گئی ہے یا اس کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا۔۔۔

سیدہ صغریٰ امام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، محترمہ!

سیدہ صغریٰ امام: شکریہ۔ جناب چیئر مین! میں نے جو quote figures کئے ہیں وہ Annual Development Programme کے ہیں 67% population اور 33% level of development جو ہے وہ آپ Provincial Finance Commission کے فارمولے کی بات کر رہے ہیں اور کیونکہ budget making میں There are more than one components parts and the Provincial Finance Commission is one component part but the Annual Development Programme is another component part. میں نے A.D.P پر اس وجہ سے غور کیا ہے کہ اس میں تضاد زیادہ ہے۔

جناب چیئر مین: جی، سمیع اللہ صاحب!

جناب سمیع اللہ خان: جناب چیئر مین! میری اس میں گزارش ہے کہ این۔ایف۔سی ایوارڈ کے حوالے سے اگر پنجاب کا کوئی نقطہ نظر ہے تو وہ بھی ہمت کرے۔ یہ بحث بہت مثبت انداز سے تبھی ہو سکتی ہے جب اس کا کوئی ٹھوس نتیجہ نکلے نیشنل فنانس کمیشن کے حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ اگر

سندھ کا فنانس منسٹر بڑی جرأت اور دلیری کے ساتھ revenue collection کے فارمولے کے اوپر نہ صرف ہاؤس کے اندر اپنے ایوان کو اعتماد میں لیتا ہے بلکہ وہ میڈیا کے سامنے جاکر بھی کہتا ہے کہ Revenue Collection پر ہونا چاہئے۔اسی طرح بلوچستان بھی ایریا کے حوالے سے کہتا ہے تو وہ open کہتے ہیں اور ہمارا جو بھی نقطہ نظر ہے میری فنانس منسٹر سے یہی request ہے کہ پنجاب کے نقطہ نظر کو جرأت اور دلیری سے رکھیں جیسے باقی تینوں صوبے رکھ رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی، مشتاق صاحب!

چودھری مشتاق احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ۔جناب چیئرمین!میں اس قرارداد کی مخالفت برائے مخالفت نہیں کرنا چاہتا اور میں صغریٰ امام صاحبہ کی قرارداد کی حمایت اس لئے کرتا ہوں کہ آج تک ڈویلپمنٹ فنڈز کا بہت بڑا حصہ ہے اس میں جیسے کہ ہر علاقے کو آپ نے ڈویلپمنٹ فنڈز دیئے اور ہر ایم۔پی۔اے کو ڈویلپمنٹ فنڈز دیئے لیکن اپوزیشن اس سے محروم ہے۔راجہ صاحب ہم سے بے شمار دفعہ وعدے کرتے رہے ہیں کہ ہر ایم۔پی۔اے کو ڈویلپمنٹ فنڈز دیں گے لیکن آج تک مجھے ایک پیسا نہیں دیا گیا۔

جناب چیئرمین: یہ این ایف سی کا حصہ ہے؟

چودھری مشتاق احمد (ایڈووکیٹ): میں اسی لئے عرض کر رہا ہوں، میں نے مثال پیش کی ہے۔راجہ صاحب ہم سے ہمیشہ وعدے کرتے رہے ہیں لیکن آج تک انہوں نے مجھے ایک پیسا نہیں دیا۔وہ اس لئے کہ میں نے راجہ صاحب کو جاکر سجدہ نہیں کیا، میں ان کے سامنے جاکر جھکا نہیں ہوں۔جناب!میں آپ کی پارٹی میں آرہا ہوں، میں نے یہ نہیں کہا کہ میں آپ کی پارٹی میں آرہا ہوں، مجھے فنڈ دے دیں، جو یہ کہتے رہے ہیں انہیں یہ فنڈز دیتے رہے ہیں اور ممبروں کو خریدنے کا یہ بہترین طریقہ ہے کہ ان کو فنڈز دیئے جائیں، ڈویلپمنٹ کرائی جائے تاکہ ممبرز دوبارہ اسمبلی میں آسکیں۔اب رہی این ایف سی والی جو قرارداد پیش کی گئی ہے تو اس میں میری گزارش یہ ہے کہ اگر کوئی فارمولا set کر دیا جائے تو ہم ایسے نہیں ہوں گے جیسا کہ ہم راجہ صاحب کے ہاتھوں میں اس وقت ہیں اگر آبادی کی بنیاد پر کوئی فارمولا طے پا جائے تو وزیراعلیٰ مجبور ہوں گے وہ اپنی مرضی سے فنڈز نہیں دے سکیں گے۔یہ نہیں ہوگا کہ یہ اپوزیشن کا ضلع ہے ان کو فنڈز نہ دیں اور یہ ہم خرید سکتے ہیں ان کو فنڈز دے دیں۔جیسا کہ ہماری mover نے move کیا ہے کہ ڈسٹرکٹ جھنگ کو as compared to Lahore بہت کم فنڈز ملے ہیں تو اسی لئے میں گزارش کرتا ہوں کہ جیسے فنڈز آبادی کی بنیاد پر طے پا

جائیں گے تو یہ لوگوں کو خرید نہیں سکیں گے جیسا کہ ڈاکٹر وسیم نے کہا ہے کہ یہ فنڈز لوگوں کو خریدنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں تو میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ جب ہمیں پتا ہے کہ فنڈز ہمیں خریدنے کے لئے دیئے جاتے ہیں تو پھر ہم گورنمنٹ کو کیوں موقع دیں اگر یہ گورنمنٹ کی طرف سے ایک movement چلی ہے کہ یہ ایک طریق کار طے کر لیا جائے تو ہمیں تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس طریق کار کو adopt کر لیا جائے اور اس کو تسلیم کر لیا جائے اور اسی کی بنیاد پر فنڈز تقسیم کئے جائیں۔ بہت بہت شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی، طارق کیانی صاحب!

راجہ طارق کیانی: جناب چیئرمین! سب سے پہلے تو میں یہ گزارش کروں گا کہ ریاستوں کے اندر جب تک اس کے بنیادی یونٹس، اکائیوں کے جو perceptions ہوتے ہیں ان کو اگر کسی آئین کے ذریعے، کسی ٹھوس بنیاد پر حل نہ کیا جائے تو وہ ریاست یا ریاستیں ہمیشہ کمزور رہتی ہیں۔ پاکستان طے شدہ تاریخی اور آئینی طور پر ایک فیڈریشن ہے اور اقوام عالم میں اسی طرح کے آئین اور اسی طرح کی بنیاد پر بے شمار ریاستیں فیڈریشن کے اوپر اپنا نظام چلا رہی ہیں جن میں کینیڈا ہے، ہندوستان ہے اور آسٹریلیا ہے اور سب ریاستوں نے اور ان کے fathers of Constitutions نے اپنی قومی آمدنیوں کی تقسیم کے بارے میں آئین کے اندر حل دیئے ہوئے ہیں ہمیں بھی فخر ہے کہ ہمارے fathers of Constitutions نے بھی اس انتہائی سلگتے ہوئے مسئلے کو آئین کے اندر اپنی ریاست کا ایک حل پیش کر دیا تھا مگر وہ وجوہات اور اسباب میری سمجھ سے بالاتر ہیں کہ وہ آئین کے اندر ایک طے شدہ ایک متفقہ آئین کے ذریعے اپنی مالیات اور اپنے capital کو تقسیم کرنے کے جو فارمولے اور طریق کار درج ہیں ان سے انحراف کر کے ہم نے ایک دوسری شاہراہ پر چل کر اپنی مالی آمدنیوں کے مسئلے کو حل کرنے کی ایک کوشش کی جس کی بدولت آج ہم ان کوششوں میں گرداب کے اندر پھنسے ہوئے ہیں اور مختلف لسانی چھوٹی چھوٹی تنظیموں اور چھوٹی چھوٹی بلیک میل کرنے والی سیاسی جماعتوں کے نرغے میں آئے ہوئے ہیں۔ میری وزیر مالیات سے یہ گزارش ہے، میں نے پہلے بھی گزارش کی تھی کہ یہ ensure کریں کہ جو تقسیم 1973 کے آئین کے بعد volume یا حجم کے لحاظ سے نہیں بلکہ percentage کے لحاظ سے پنجاب کا حصہ بنتا رہا ہے یہ پنجاب حکومت کے مالیات کے وزیر ہونے کے ناتے on the floor of the House ہمیں اس percentage میں وہ جو فیڈرل سے ہمیں سرمایہ ملے گا اس کی یقین دہانی کروائیں۔ دوسرا حصہ وہ

پنجاب کے اندر کی تقسیم کا عمل ہے وہ بھی بڑا اہم عمل ہے اور مجھے ڈاکٹر صاحب کی رائے سے پورا اتفاق ہے کہ capital جو ہے That is the mother of all politics; that is the mother of all sciences اور ہم نے اپنی ریاست کو ایک مکروہ شکنجے کے اندر کسنے کے لئے اپنی ریاست کی سب سے بڑی صداقت جس کو ہم capital یا مالیات کہتے ہیں اس کو ایک غلیظ اور متعفن طریقے سے استعمال کر کے ہم اپنی سیاست اور governance کی گاڑی کو آگے لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں اور نتیجتاً ہم ڈوب رہے ہیں، ہم کمزور ہو رہے ہیں۔ میں ڈاکٹر صاحب سے بالکل اتفاق کرتا ہوں اور محترمہ کی قرارداد کے اس portion کی حد تک کہ صوبے کے اندر بھی جو ہماری اپنی آمدن ہے یا جو ہمیں فیڈرل کی طرف سے گرانٹ ملتی ہے اس کی تقسیم کار کے لئے بھی ٹھوس حقیقی اور substantive بنیادوں پر تقسیم کار کا معاملہ طے ہونا چاہئے۔ کوئی بھی ریاست اپنی آمدنیوں کو، اپنے وسائل کے بڑے بڑے ذرائع کو اپنے individual کی whim, caprice یا discretion پر نہیں چھوڑا جا سکتا کیونکہ کسی individual خواہ اس کا تعلق جمہوریت کے ذریعے منتخب ہونے والے منتظم اعلیٰ سے ہو یا مسلح شمینوں کے ذریعے آئے ہوئے کسی فوجی جرنیل سے جب کوئی صوبہ یا ملک اپنے مالیات کے اختیارات individual یا group of individuals کی discretion اور caprice پر چھوڑ دیتا ہے تو پھر اس کی سیاست گندی ہو جاتی ہے اور جب سیاست گندی ہو جاتی ہے تو پھر پوری ریاست اور پورے صوبوں کا انتظام وانصرام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے۔ میری وزیر مالیات اور حکومت پنجاب سے بھی یہ گزارش ہے کہ وہ صوبے کے اندر بھی distributive justice کی بنیاد پر کوئی rule of business یا کوئی قانون طے کر دیں کہ اتنا حصہ ڈسٹرکٹ کے پاس جائے گا، اتنا حصہ اسمبلی کے ذریعے خرچ کیا جائے گا اور اتنا حصہ چیف منسٹر یا کیبنٹ کی discretion پر چھوڑ دیا جائے گا تاکہ ہم سیاست سے اس مالیات کو، اس اپنی آمدنیوں کو جو ہماری مجموعی آمدنیاں ہیں جس پر پورے ملک اور صوبے کے ہر فرد کا حق ہے وہ کسی individual or group of individuals کی discretion یا صوابدید یا caprice یا whims پر نہ چھوڑی جا سکیں تاکہ ریاست کے اندر اور صوبوں کے اندر سیاست کا دوسری دنیا کی طرح بہاؤ smooth باوقار اور بامتانت ہو سکے۔

جناب چیئرمین: شکریہ، وارث کلو صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: جناب چیئرمین! شکریہ۔ آپ نے اجازت دی۔ آج کا جو issue ہے اس کو میں ذرا مختلف انداز سے پیش کروں گا اس میں Distribution of national

resources by the National Finance Commission among the provinces be adopted by the Provincial Government of the Punjab in the distribution of provincial resources amongst the districts of the province. میں اس قرارداد کی اس حوالے سے favour کرتا ہوں کہ distribution of resources among the districts جو ہے وہ بھی ایک فارمولے کے تحت ہونے چاہئیں جو بھی فارمولہ طے پائے لیکن اس حد تک میں اس قرارداد کو اپنی بہن اور عزیزہ کو گزارش کروں گا کہ یہ amend کر لیں کہ اس کا جو National Finance Commission ہے اس کے ساتھ اس کو link کرنا جائز نہیں بنتا۔ National Finance Commission کے حوالے سے تھوڑی سی عرض کروں گا کہ اپوزیشن سے میرے دوستوں نے اس پر تنقید کرنے کی کوشش کی تو میں ان کے گوش گزار یہ کرنا چاہوں گا کہ جس طرح سندھ والوں نے revenue collection کی بنیاد پر stress کیا، بلوچستان والوں نے رقبے کے لحاظ سے stress کیا اور آج تک اگر National Finance Commission کا فیصلہ نہیں ہو سکا تو اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب نے پوری تندہی اور جرأت کے ساتھ آبادی پر contest کیا کہ این ایف سی ایوارڈ آبادی کی بنیاد پر ہونا چاہئے تو وہ جو بھی فیصلہ ہو گا اس میں۔۔۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: بگو صاحب پوائنٹ آرڈر پر ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئر مین! چاہئے تو یہ تھا کہ وزیر خزانہ صاحب اس principle کا جواب دے دیتے یہ لڑائی تو ایک سال سے ہو رہی ہے کہ پنجاب کا فارمولا این۔ایف۔سی ایوارڈ میں کیا ہے؟ یہ آج کلو صاحب فرما رہے ہیں کہ آبادی کی بنیاد پر وزیر اعلیٰ صاحب وہاں پر بڑی جنگ لڑ رہے ہیں۔

جناب چیئر مین: یہ ان کی اپنی رائے ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئر مین! میری اپنی submission ہے کہ یہ جواب تو وزیر خزانہ کی طرف سے آنا چاہئے کہ اگر یہ فارمولا آبادی کی بنیاد پر ہے تو وہ بیان دے دیں لیکن یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اس کو disclose نہیں کرنا چاہتے کہ یہ کس بنیاد پر ہے اس لئے کہ اس میں صوبے کا مفاد ہے۔ پچھلی دفعہ جب ڈپٹی سپیکر صاحب چیئر پر بیٹھے تھے تو انہوں نے کہا تھا کہ پنجاب کا مفاد اس میں

ہے کہ ہم اس کو disclose نہ کریں، اگر یہ disclose ہو گیا تو پنجاب کا سارا مفاد خراب ہو جائے گا تو یہ ان کا جواب آ جائے، یہ اپنی بات کر لیں۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔ کلو صاحب! آپ ذرا جلدی wind up کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: جہاں سے ان لوگوں نے یہ پڑھ لیا ہے کہ بلوچستان کا stance یہ ہے کہ رقبے کی بنیاد پر allocation ہونی چاہئے، جہاں سے انہوں نے یہ پڑھ لیا ہے کہ سندھ کا stance یہ ہے کہ وہ revenue collection کی بنیاد پر کرتے ہیں تو میں ان کے گوش گزار یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر between the lines یہ پڑھ سکتے ہیں تو یہ بھی پڑھ لیں کہ ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب کا stance یہ ہے کہ آبادی کے لحاظ سے انہیں چاہئے، ہم اس کو highlight نہیں کرنا چاہتے، اس کو for the sake of nation, publicize نہیں کرنا چاہتے۔

جناب چیئر مین: کلو صاحب! یہ تو گورنمنٹ نے کرنا ہے۔ یہ گورنمنٹ کا کام ہے۔ (قطع کلامیاں)

محترمہ فرزانہ راجہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، محترمہ فرزانہ راجہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: دیکھیں! وہ ایک جنگ لڑ رہے ہیں، جو بھی ہو گا، اپنا اپنا stance جو ہے، صوبے کے مفاد کو look after ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب کر رہے ہیں۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی، محترمہ فرزانہ راجہ!

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب چیئر مین! وارث کلو صاحب فرما رہے ہیں کہ in between the lines آپ read کر لیں کہ بلوچستان اپنا حق کیسے مانگ رہا ہے یا سندھ یا سرحد تو I don't know کہ یہ اخبارات پڑھتے ہیں یا ٹی وی دیکھتے ہیں یا نیوز سنتے ہیں یا نہیں؟ وہ جو اپنا stance ہے یا اپنے حق کے لئے openly اپنے عوام کی آواز کو پریس میڈیا کے ذریعے ساری دنیا کو بتا رہے ہیں کہ ہمارا stance یہ ہے، ہمیں اپنا حق اس طریقے سے چاہئے، چاہے وہ بلوچستان ہو، سرحد ہو یا سندھ ہو اور ہمارا جھگڑا ہی یہاں پر یہ ہے، ہمارا سوال ہی یہاں پر یہ ہے کہ پنجاب کا جو stance ہے، جو پنجاب کا مؤقف ہے وہ clear نہیں ہے۔ اب یہ floor پر کھڑے ہو کر ایک غلط بات کر رہے ہیں کہ وہ in between the lines آپ نے پڑھ لیا تو یہ کیوں نہیں پڑھا؟ آپ کے پاس information ہے، ہم in between the lines نہیں، یہ پریس اور میڈیا کے ذریعے جو representation

ہو رہی ہے وہ clear اپنے عوام کا جو مؤقف ہے یا ان کی جو خواہشات ہیں ان کے منافی ہم کوئی کام نہیں کرنا چاہتے اور وہ عوام کو اعتماد میں لے کر چل رہے ہیں لیکن یہاں پر اعتماد میں نہیں لیا جا رہا۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ جی، رانا ثناء اللہ صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ۔ جناب چیئرمین! وارث کلو صاحب نے جو policy statement دے دی ہے اور انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ in between the lines معلوم ہونا چاہئے کہ پنجاب کا مؤقف یہ ہے، یہ in between the lines کوئی بات نہیں ہے۔ یہ بڑی clear line ہے کہ پنجاب گورنمنٹ کے نمائندے جو پنجاب کا مقدمہ لڑنے کے لئے گئے تھے یہ وہاں پر ایک فرد واحد کو جسے ہم آئینی طور پر اس ملک کا صدر تسلیم نہیں کرتے اس کو یہ خالی کاغذ پر دستخط کر کے دے آئے ہیں۔ یہ تمام اخبارات میں آیا ہے اور تمام ٹی، وی چینلز پر آیا ہے۔ یہ وارث کلو صاحب نے نہیں پڑھا میں ان کے مؤقف کی بات کر رہا ہوں کہ یہ دستخط کر کے وہاں پر دے آئے ہیں کہ وہ جو فیصلہ کریں گے ہمیں وہ منظور ہوگا۔ اب اس کے بعد ان کا کوئی مؤقف رہا ہی نہیں ہے۔

جناب والا! یہ جو قرارداد محترمہ سیدہ صغریٰ امام صاحبہ نے پیش کی ہے اس میں جس سوچ فکر اور مطالبے کا انہوں نے اظہار کیا ہے میں اسے fully support کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ آبادی کی بنیاد پر ہی اس ملک کے national resources کی تقسیم ہونی چاہئے۔ اس کے بعد جب وہ resources کسی صوبے کے پاس آ جائیں تو اس میں بھی ان کی جو major utilization ہے وہ آبادی کی بنیاد پر ہونی چاہئے۔ ٹھیک ہے اس کا ایک حصہ جو ہے وہ گورنمنٹ کے پاس جیسے پہلے یہاں پر ذکر ہوا کہ کسی جگہ پر یونیورسٹی بنانی ہے یا کسی جگہ پر بڑے منصوبے کو روبہ عمل لانا ہے تو اس کے لئے گورنمنٹ کے پاس کچھ percentage میں discretionary powers ہونی چاہیئں لیکن اس کا جو major portion ہے اس کی utilization جو ہے وہ آبادی کی بنیاد پر ہونی چاہئے لیکن اس قرارداد میں انہوں نے جو یہ کہا کہ۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، کلو صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: جناب چیئرمین! رانا صاحب نے جو یہ کہا کہ میں نے policy statement دے دی ہے میں policy statement نہیں دے سکتا، وہ تو فنانس منسٹر صاحب

دیں گے۔۔۔

جناب چیئرمین: نہیں، آپ فنانس سیکرٹری ہیں یا چیئرمین فنانس کمیٹی ہیں؟ آپ as an MPA نہیں کر سکتے بلکہ بطور منسٹر، پارلیمانی سیکرٹری یا چیئرمین کمیٹی بات کر سکتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: میں statement نہیں دے سکتا۔ میں یہی بتا رہا ہوں کہ میں statement نہیں دے سکتا لیکن انہوں نے اٹھ کر اس قرارداد پر اپنی تقریر شروع کر دی ہے۔ میں اس پر object کرنا چاہتا ہوں کہ میری ابھی تقریر ہو رہی ہے۔

جناب چیئرمین: نہیں، میں نے floor ان کو دے دیا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: رانا صاحب نے اپنی تقریر شروع کر دی ہے تو میں نے تو ابھی اپنی تقریر شروع ہی کی تھی۔

جناب چیئرمین: میں نے floor ان کو دے دیا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی، رانا صاحب! آپ wind up کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! یہ جو قرارداد میں کہا گیا ہے کہ:

> The formula proposed by the Government of the Punjab in respect of distribution of national resources by the NFC.

تو اس کے مطابق ہونا چاہئے۔ میرا یہاں پر یہ استدلال ہے کہ دراصل یہ جو national resources کی distribution ہے وہ اسی بنیاد کے اوپر ہے اور میں اس کا حوالہ دوں گا کہ جو اس سال وائٹ پیپر کے صفحہ 10 پر فیڈرل ٹرانسفرز ہیں اس میں یہ کہا گیا ہے کہ جو فیڈرل ٹرانسفرز ہیں اس میں جو Divisible Pool ہے اس میں سے فیڈرل گورنمنٹ چارجز، 5% collection charges یعنی جتنا بھی یہ ٹیکس Divisible Pool اکٹھا ہوتا ہے تو اس میں 5% collection charges فیڈرل گورنمنٹ charge کرتی ہے۔ اس کے بعد جو باقی ہے اس میں سے 62.5 فیصد فیڈرل گورنمنٹ اپنے پاس رکھتی ہے اور جو 73.5 فیصد ہے وہ provinces کو available ہوتا ہے کہ from the first day اس کو among the provinces تقسیم کیا جائے۔ اب تک اس کی جو تقسیم ہے کہ اس سے پہلے جتنے بھی این۔ایف۔سی ایوارڈ ہوئے ہیں ان کی جو تقسیم کی

بنیاد ہے وہ آبادی کی بنیاد پر ہے اور 1998 کا جو population census ہے اس کے مطابق پنجاب کا جو حصہ ہے وہ 57.36 فیصد ہے۔ ٹوٹل میں سے 57.36 فیصد پنجاب کو ملتا ہے۔ اب اس میں یہ ایک بہت اہم بات ہے اور میں یہاں پر یہ معزز ممبران کو گوش گزار کرتا چلوں کہ یہ جو Federal Divisible Pool ہے اس میں جو ٹیکسز ہیں، جن ٹیکسز سے یہاں پر پیسا اکٹھا ہوتا ہے اس میں سیلز ٹیکس 44 فیصد ہے۔ انکم ٹیکس 31 فیصد ہے۔ لینڈ کسٹمز 18 فیصد ہے اور جو فیڈرل ایکسائز ہے وہ 07 فیصد ہے۔ اب اس میں سے کوئی بھی ٹیکس رقبے کی بنیاد پر ہے، پسماندگی کی بنیاد پر ہے اور نہ revenue collection کی بنیاد پر ہے۔ یہ انکم ٹیکس، سیلز ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی، فیڈرل ایکسائز جو ہیں یہ تمام لوگ ادا کرتے ہیں، آبادی ادا کرتی ہے تو پھر جب لوگ ٹیکس ادا کرتے ہیں تو جب اس کا return ہوگی تو وہ بھی پھر انسانوں کی بنیاد پر ہی ہوگا۔ وہ پھر پسماندگی پہاڑوں، دریاؤں، ریگستانوں کی بنیاد پر نہیں ہوگا۔ اس لئے یہ معاملہ آئین میں بالکل طے شدہ ہے اور یہ طے شدہ جو معاملہ ہے اس کو دوسرے صوبے جو نئے سرے سے اٹھا رہے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ غیر آئینی طور پر اس کو اٹھا رہے ہیں۔ ان کو اس کو اٹھانے میں اس لئے شہ مل رہی ہے کہ پنجاب کی کوئی آواز نہیں ہے۔ یہ آئین کا آرٹیکل 160 ہے اس میں یہ درج ہے کہ:

160.(1) Within six months of the commencing day and thereafter at intervals not exceeding five years, the President shall constitute a National Finance Commission consisting of the Ministers of Finance of the Federal Government, the Ministers of Finance of the Provincial Governments, and such other persons as may be appointed by the President after consultation with the Governors of the Provinces.

(2) It shall be the duty of the National Finance Commission to make recommendations to

the President...

اب اس آئین میں اس نیشنل فنانس کمیشن کا ایریا اور jurisdiction طے ہے۔ اب اس نے recommendations within this area کرنی ہیں۔ وہ اس area سے باہر recommendations نہیں کر سکتا۔ اگر وہ اس area/jurisdiction سے باہر جاتا ہے تو اس کی recommendations یا کارکردگی unconstitutional ہو گی۔ اب اس میں یہ ہے کہ :

160 (2) (a) the distribution between the Federation and the Provinces of the net proceeds......

اب یہ جو distribution ہے جس کے متعلق NFC نے اپنی recommendations دینی ہیں وہ آبادی کی بنیاد پر revenue collection کی بنیاد پر یا رقبے کی بنیاد پر نہیں دینی بلکہ اس نے 62.5 اور 37.5 کے حساب سے between the Federation and the Provinces جو تقسیم ہے اس پر اپنی recommendations دینی ہیں کہ آیا یہ 37.5 فیصد اب 50,45,40 فیصد ہونا چاہئے۔ یہ معاملہ under consideration ہے اور صوبوں کا مطالبہ ہے کہ 37.5 فیصد کو بڑھا کر 50 فیصد کر دیا جائے۔ کلاز (a) کے تحت اسے اس recommendation کا اختیار ہے۔ آگے کلاز (b) میں ہے کہ:

160(2) (b) the making of grants-in-aid by the Federal Government to the Provincial Governments;

اب اس میں یہ بات بھی طے ہے کہ:

160(2) (c) the exercise by the Federal Government and the Provincial Governments of the borrowing powers conferred by the Constitution; and

(d) any other matter relating to finance referred to the Commission by the President.

اب آگے کلاز (3) ہے کہ:

160(3) The taxes referred to in paragraph (a) of clause (2) are the following taxes raised

under the authority...

اس میں انکم ٹیکس، ایکسائز ٹیکس اور ایکسائز ڈیوٹیز وغیرہ ہیں تو آئین کا آرٹیکل 160 واضح طور پر کہتا ہے کہ NFC نے ان تین areas میں اپنی recommendations دینی ہیں۔ پہلا یہ کہ جو share Federal and Provinces کا ہے that is 62.5% and 37.5% اور اس کے بعد grants ہیں جو کہ مرکزی حکومت صوبوں کو دیتی ہے اس پر اس نے اپنی سفارشات دینی ہیں اور اس کے علاوہ صوبوں کی جو exercise of borrowing ہے اس پر اس نے recommendation دینی ہے۔ آئین اس بات کو permit نہیں کرتا ہے، آئین اس بات کی اجازت نہیں دیتا، آبادی جو کہ tax collection کا base ہے اس سے ہٹ کر وسائل کی تقسیم ہو یعنی وسائل کی تقسیم، return بھی آبادی کی بنیاد پر ہونی ہے۔ یہ logical and rationale بات ہے۔ اس کو نئے سرے سے discuss کرنا بنتا ہی نہیں ہے۔ دوسرے صوبے صرف اور صرف اس بات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں کہ پنجاب کی اس سلسلے میں کوئی آواز نہیں ہے۔ پنجاب اس سلسلے میں اپنا کوئی مؤقف پیش نہیں کرتا۔ اس لئے سندھ، سرحد اور بلوچستان کو جو criterion suit کرتا ہے اس کے مطابق وہ اپنا اپنا مطالبہ آگے لا رہے ہیں۔ اب میں یہاں پر یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اگر سندھ اسمبلی میں یہ قرارداد پیش کی جا سکتی ہے کہ N.F.C ایوارڈ revenue collection کی بنیاد پر ہونا چاہئے اور وہ قرارداد اس ہاؤس سے after discussion متفقہ طور پر پاس ہو سکتی ہے، اگر بلوچستان اسمبلی میں قرارداد پیش ہو سکتی ہے کہ N.F.C ایوارڈ رقبے کی بنیاد پر ہونا چاہئے۔ وہاں اس پر اس حوالے سے بحث ہو سکتی ہے اور بحث کے بعد وہ وہاں سے پاس ہو سکتی ہے، اگر سرحد اسمبلی میں قرارداد پیش ہو سکتی ہے، اس پر بحث ہو سکتی ہے اور ووٹنگ ہو سکتی ہے کہ N.F.C ایوارڈ backwardness کی بنیاد پر ہونا چاہئے تو پھر وہ کون سا امر مانع ہے کہ پنجاب حکومت اس سلسلے میں کوئی قرارداد پیش کرنے کو تیار نہیں ہے؟ یہ تو یہاں کسی قرارداد کو پیش کرنے کی اجازت دینے پہ تیار ہیں اور نہ ہی اس پر اپنا مؤقف پیش کرنے کو تیار ہیں۔ اس پر جب ہم یہ بات کہتے ہیں کہ پنجاب حکومت اس وقت اپنا مؤقف پیش کرنے میں، اس صوبے کے عوام کے حقوق کا تحفظ کرنے میں اس لئے لیت ولعل سے کام لے رہی ہے کہ پنجاب کی حکومت کو اس ایوان پر بھروسہ نہیں ہے۔ پنجاب کی حکومت کو اس ایوان پر اعتماد نہیں ہے۔ پنجاب کے چیف ایگزیکٹو نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں اس ایوان کے اعتماد کی وجہ سے اس صوبے کا وزیر اعلیٰ ہوں۔ اس نے ہمیشہ اس بات کو ترجیح دی ہے کہ میری صدر مشرف سے one

one to one دو گھنٹے ملاقات ہوئی ہے اس لئے وہ تصویر اخبارات میں آئے اور لوگوں کو یہ تاثر دیا جائے کہ یہ دیکھیں کہ میری one to one ملاقات ہوئی ہے اس لئے ان کا confidence میرے اوپر ہے لہذا میں اس صوبے میں بطور وزیر اعلیٰ continue کروں گا۔ یعنی انہیں اس بات پر اعتماد ہی نہیں ہے کہ میں اس ایوان کے اعتماد کے ساتھ اس صوبے کا Chief Executive رہ سکتا ہوں۔ یہاں پر ایک دو صاحبان نے تھوڑی بہت باتیں ادھر ادھر کی کیں تو اس کے بعد انہیں پارلیمانی میٹنگ میں کہا گیا کہ "اوئے تسیں بندے دے پتر بن جاؤ۔ تہانوں نئیں پتا کہ میں کیویں اس سارے معاملے نوں لے کے چلیا آ رہیا آں۔ میں چھ مہینے جیل وچ وی رہیا آں تے تسیں کدی جیل وچ نئیں رہے۔ اس واسطے تسیں بندے دے پتر بن جاؤ" اور ہم نے اگلے دن دیکھا کہ وہ واقعی بڑے "بندے دے پتر" بنے ہوئے تھے۔

جناب چیئرمین: راناصاحب! اب آپ اسے wind up کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! آئین کی کتاب سے آرٹیکل 160 کو پڑھ کر میں نے یہ عرض کیا ہے کہ تینوں صوبوں کا مؤقف unconstitutional ہے۔ وہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ very basis of N.F.C کو تبدیل کر دیا جائے۔ آئین کے مطابق وہ اس very basis of area پر اپنا مؤقف نہیں دے سکتے، وہ اس حوالے سے قرار دادیں پاس نہیں کر سکتے۔ یہ تبدیل نہیں ہو سکتا۔ وہ جو آوازیں اٹھا رہے ہیں صرف اور صرف اس وجہ سے اٹھا رہے ہیں کہ ہمارے اس ہاؤس میں خاموشی ہے۔ وہ اس وجہ سے اٹھا رہے ہیں کہ ہمارے پنجاب کے حکمران اس سلسلے میں بات نہیں کرنا چاہتے، وہ اس لئے بات نہیں کرنا چاہتے کیونکہ انہیں صدر صاحب کی طرف سے اجازت نہیں ہے۔ اجازت تو شاید دوسرے صوبوں کو بھی نہ ہو لیکن ان میں پھر بھی اتنا دم خم ہے کہ وہ اپنے عوام کے حقوق کی بات کے لئے ڈٹ جاتے ہیں۔ چونکہ انھیں اگر سو فیصد نہیں تو پچاس فیصد اعتماد ہے کہ ہمیں لوگوں نے ووٹ دیئے ہیں، لوگ ہمیں دوبارہ بھی ووٹ دیں گے اور ہم منتخب ہو کر ان ایوانوں میں آ سکتے ہیں۔ اب یہ ہمارے جو صاحبان بیٹھے ہیں، جن کے متعلق میں ایک مخصوص لفظ استعمال کرتا ہوں جس پر یہ بڑا ناراض ہوتے ہیں۔

جناب چیئرمین: نہیں، نہیں، آپ وہ استعمال نہ کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: میں نہیں کرتا تو انہیں اس ایوان پر اعتماد نہیں ہے اور وہاں سے ان کو اجازت نہیں مل رہی۔ انہیں کہا گیا ہے کہ اس معاملے کے بارے میں آپ نے اس ہاؤس میں کوئی قرار داد آنے

دینی ہے، کوئی قرار داد لانی ہے اور نہ ہی اپنا کوئی مؤقف اس بابت پیش کرنا ہے۔اس بات کی انتہا پھر یہی ہے کہ انہیں پھر یہی کہا جاتا ہے کہ "بندے دے پتر بن کے آرام نال جیویں تسیں چل رہیہ اوادیں چلی جاؤ"۔ میں آخر میں یہ concludeکرنا چاہوں گا کہ یہ جو N.F.C.ایوارڈ ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! انہوں نے ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب کے بارے میں جو غیر پارلیمانی الفاظ کہے ہیں میں on the floor of the House ان کی تردید کرتا ہوں۔ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے قطعاً کوئی ایسی بات نہیں کی۔

راناثناء اللہ خان: جناب والا! میں نے کوئی غیر پارلیمانی لفظ استعمال نہیں کیا۔ یہ کسی ایک لفظ کا حوالہ دیں۔

جناب چیئرمین: کلو صاحب! تشریف رکھیں۔ جی، راناصاحب! آپ بھی wind upکریں۔

راناثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! میں نے کوئی غیر پارلیمانی لفظ استعمال نہیں کیا اگر میں نے کوئی غیر پارلیمانی لفظ استعمال کیا ہوتا تو راجہ بشارت صاحب بڑے attentionبیٹھے ہیں، ہوشیار بیٹھے ہیں وہ فوری طور پر اس بات کی نشاندہی کر دیتے۔ میں اپنے ان بھائیوں سے یہ عرض کروں گا کہ یہ جو بات کرتے ہیں ناں کہ "میں بڑا سنبھال کے تے بڑے طریقے نال تہانوں لے کے چل رہیا آں"۔ اس establishmentکے ساتھ کوئی بھی طریقے سے نہیں چل سکا۔ لوگوں نے پچھلے 58 سال میں بڑے طریقے آزمائے ہیں۔ میں اس میں کسی کو بھی باہر نہیں رکھتا سب نے بڑے طریقے آزمائے ہیں اور ہر کسی کو یہی مان تھا کہ میں بڑے طریقے سے چل رہا ہوں۔ ان کے آگے کوئی طریقہ بھی اڑھائی تین سال سے زیادہ نہیں چلتا اور اس کے بعد آخری ٹائم آجاتا ہے۔ ان کا آخری ٹائم آیا ہوا تھا لیکن زلزلے کی وجہ سے اب مارچ، اپریل تک چلا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ اصل pointپر آئیں۔

راناثناء اللہ خان: جناب والا! میری آخری گزارش ہے کہ یہ اب بھی اس بات کو جانے دیں۔ یہ طریقے کوئی نہیں چلنے، مارچ اپریل آجانا ہے۔ یہ آج بھی اس صوبے کی عوام کے لئے، اس ملک کی عوام کے لئے، اس ملک میں rule of lawکے لئے، اس ملک میں جسٹس کے لئے، اس ملک میں ڈیموکریسی کے لئے، اس ملک میں آئین کی بحالی اور عمل داری کے لئے اگر یہ سیاسی قوتوں کے ساتھ شامل ہو جائیں تو میں اپنی پارٹی کی قیادت کی طرف سے ان کو یقین دلاتا ہوں کہ میاں نواز شریف اس

بات پر تیار ہیں کہ میرے ساتھ کسی نے جو زیادتی کی یا کمی کی میں اس کا معاملہ اللہ پر چھوڑتا ہوں۔ میں اس ملک اور قوم کے مفاد کے لئے، اس ملک میں آئین اور جمہوریت کی بحالی کے لئے ہر کسی سے تعاون کرنے کو تیار ہوں۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئر مین! میں سمجھتا ہوں کہ اگر آج ایم۔ایم۔اے کی قیادت، پیپلز پارٹی کی قیادت، پی۔ایم۔ایل (این) کی قیادت میں راجہ صاحب کو ایک ڈکٹیٹر کا ساتھی تو کہہ سکتا ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ سیاسی کارکن ہیں۔ میں چودھری پرویز الٰہی کے سیاسی فیصلے کی مخالفت تو کر سکتا ہوں۔ میں یہ تو کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت ان کا سیاسی stand ٹھیک نہیں ہے لیکن میں قطعی طور پر یہ بات کہنے کو تیار نہیں ہوں کہ وہ جمہوری عمل کی پیداوار نہیں ہیں۔ وہ سیاسی عمل کی پیداوار نہیں ہیں۔ میں نے خود ان کے ساتھ کام کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اگر آج بھی یہ لوگ اس بات پر آ جائیں کہ اس ملک میں آئین، جمہوریت اور انصاف ہونا چاہئے اور یہ اسٹیبلشمنٹ کے کندھوں سے نیچے اتر آئیں تو پھر جو ان کا ٹائم ختم ہو رہا ہے اس کی بجائے اسٹیبلشمنٹ کا ٹائم ختم ہو جائے گا اور اس ملک میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جمہوریت اور آئین کی حکمرانی کا سورج طلوع ہو جائے گا۔۔۔

جناب چیئر مین: شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: ورنہ یہ ٹائم جو اکتوبر، نومبر میں ختم ہو رہا تھا یہ اب مارچ، اپریل میں ختم ہو جائے گا اور اس کے بعد پھر ان کے پاس کوئی ٹائم نہیں ہو گا۔

جناب چیئر مین: رانا صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئر مین! اب میں آخر میں این ایف سی ایوارڈ کے حوالے سے ان سے دوبارہ گزارش کروں گا کہ جن بنیادوں پر اسٹیبلشمنٹ / پریذیڈنٹ ہاؤس چاہتا ہے اگر ان بنیادوں پر اس کی تقسیم ہو گی تو خدا کی قسم پنجاب کے ان حکمرانوں کا سیاسی طور پر جنازہ نکل جائے گا۔ اگر یہ اپنے آپ کو سیاسی طور پر زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو اس بات پر stand لے لیں۔ یہ ان کا وائٹ پیپر ہے میں اپنے طور پر کوئی چیز quote نہیں کرتا بلکہ اس میں جو figures ہیں۔ وائٹ پیپر کا صفحہ نمبر 9 اور Table 2.2 ہے۔ اس میں اس سال کا یعنی 06-2005 کا جو بجٹ دیا ہے اس کا 74 فیصد این۔ایف۔سی ایوارڈ سے ملنی والی رقم سے دیا ہے۔ اپنے 26 فیصد resources ہیں۔ یعنی 74 فیصد

resources این۔ایف۔سی ایوارڈ سے ملتے ہیں اور صرف 26 فیصد اپنے resources ہیں۔اگر اس میں کمی آتی ہے تو پھر صوبے کو irreparable loss ہو گا اس لئے گزارش ہے کہ یہ اس صوبے کے 8 کروڑ عوام کے بنیادی حقوق کا مسئلہ ہے۔یہ اس پر قرارداد لائیں۔وزیر خزانہ صاحب نے وہاں پر جو بھی مؤقف اختیار کیا ہے جیسے وارث کلو صاحب نے فرمایا کہ ہم نے وہاں پر بڑا stand لیا ہے۔ہم نہیں کہتے کہ آپ نے stand نہیں لیا ہو گا لیکن آپ چھپتے کیوں ہیں؟آپ نے جو stand لیا ہے ہم اس کی مدد کرنا چاہتے ہیں،اسے endorse کرنا چاہتے ہیں اور ہم آپ کی طاقت کو بڑھانا چاہتے ہیں۔اس لئے آپ نے جو بھی stand لیا ہے جو کہ یقیناً آئین کے مطابق اور آبادی کی بنیاد پر ہو گا اور ایسا ہی ہونا چاہئے۔آپ آج اس ضمن میں قرارداد پیش کریں۔ہم اسے endorse کریں گے اور ہم یہ بھی چاہیں گے کہ جیسے Federal Divisible Pool میں مطالبہ ہے کہ آپ 50 فیصد صوبوں کو دے دیں اور 50 فیصد وفاقی حکومت خود خرچ کرے۔میں کہتا ہوں کہ آپ کو این۔ایف۔سی سے جتنے resources ملیں یا اس کے بعد جو اپنے resources ہوں،ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ سارے کے سارے اس قرارداد کے مطابق آبادی کے حساب سے خرچ کر دیں،آپ اس میں 40 یا 50 فیصد رکھ لیں اور اپنی صوابدید کے حساب سے ان منصوبوں پر خرچ کریں جو آپ سمجھتے ہیں کہ یہ بڑے ضروری ہیں لیکن کم از کم 50 فیصد آبادی کی بنیاد پر کر دیں۔اس کے بڑے فائدے ہوں گے۔اس سے آپ کے بڑے شہر over populated نہیں ہوں گے اور جو remote areas ہیں وہاں پر بھی ترقی ہو گی اس سے ان لوگوں کے مطالبات بھی پورے ہوں گے اور grievances بھی دور ہوں گے۔شکریہ

وزیر زرعی مارکیٹنگ:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین:جی،رانا قاسم نون صاحب!

وزیر زرعی مارکیٹنگ:جناب چیئرمین!میرے محترم seasoned فاضل ممبر نے این۔ایف۔سی ایوارڈ پر جو گفتگو فرمائی ہے اس کے علاوہ جو بھی کلمات اور ارشادات فرمائے ہیں وہ حذف کئے جائیں۔شکریہ

رانا ثناء اللہ خان:جناب چیئرمین!مجھے ان کے مطالبے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔اگر یہ حذف کروانا چاہتے ہیں تو بے شک آپ کر دیں لیکن ان کی نشاندہی کر دیں۔میں دوبارہ یہ بات آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ میں بجٹ اجلاس میں بھی این ایف سی ایوارڈ پر ہی بات کرنا چاہتا تھا لیکن بات

ہنگامہ آرائی کی نذر ہو گئی۔ آج میں نے دانستہ طور پر ایک لفظ بھی استعمال نہیں کیا جس پر ان دوستوں کو اعتراض ہو۔ میں نے facts and figures اور آئین کے مطابق بات کی ہے۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے یہ حذف کرانا چاہتے ہیں۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔ جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے اس قرارداد کے متعلق بات کرنا چاہوں گا پھر یہاں پر جن خدشات کا اظہار ہوتا رہا اور جو باقی باتیں ہوتی رہیں ان کے متعلق گزارش کروں گا۔ مجھے اس قرارداد پر جو سب سے بڑا اعتراض تھا جس وجہ سے میں نے اسے oppose کیا وہ یہ تھا کہ یہ ایک assumption پر base ہے کہ جو بھی کلیہ یا جو بھی فارمولا نیشنل فنانس کمیشن ایوارڈ میں طے ہوا سی فارمولے کے ذریعے وسائل ڈسٹرکٹ میں تقسیم کئے جائیں۔ بہت ہی مناسب اور بہت ہی بہتر ہوتا کہ یہ قرارداد اس وقت آتی جب نیشنل فنانس کمیشن کا ایوارڈ سامنے آ چکا ہوتا۔ ممکن ہے ایوارڈ ایسا ہوتا کہ محرک اس کو کسی ترمیم کے ساتھ اضلاع میں apply کروانا چاہتے۔ ابھی تو نیشنل فنانس کمیشن کا ایوارڈ آیا ہی نہیں تو ہم کس طرح طے کر سکتے ہیں کہ اسی کے مطابق اضلاع کو وسائل دیئے جائیں گے۔

جناب والا! محرک اور ہاؤس کا بھی یہ sense تھا کہ شاید جتنے بھی سرکاری وسائل ہیں وہ 100 فیصد discretionary طریقے سے اپنی خواہش کے مطابق خرچ کئے جاتے ہیں۔ جس طرح وزیر اعلیٰ صاحب یا ان کی کابینہ کے اراکین چاہتے ہیں اسی طرح طے کرتے ہیں اور اس میں کوئی فارمولا نہیں ہے تو میں آپ کی وساطت سے یہ بھی واضح کرتا چلوں کہ ہم دو طریقے سے اضلاع کو وسائل دیتے ہیں۔ ایک جو ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کا نظام آیا ہے اس کے تحت ضلعی حکومتوں کے قیام کے ساتھ ہی پراونشل فنانس کمیشن تشکیل دیا گیا۔ وہ ضلعی حکومتوں کو وسائل دیتا ہے جو formula based ہے جس کا فارمولا سمیع اللہ صاحب نے بیان بھی کیا ہے اور میں دوبارہ اسے ایوان کے علم میں لاؤں گا۔ دوسرا portion وہ ہے جو صوبائی حکومت کے پاس ہوتا ہے۔ کچھ ایسے محکمے ہیں جو non-devolved ہیں۔ ان کی ترجیحات محکمے خود بناتے ہیں۔ محکمہ خزانہ وسائل کی تقسیم کرتا ہے کہ کتنے وسائل ڈویلپمنٹ سائیڈ پر جائیں گے اور کتنے وسائل non-development side پر جائیں گے۔ جو ڈویلپمنٹ سائیڈ کے وسائل ہیں وہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ کو مختص کر دیئے جاتے ہیں اور وہ متعلقہ ڈیپارٹمنٹ سے ترجیحات لے کر Annual Development Programme بناتا ہے۔

جناب والا! میں سب سے پہلے آپ کو پراونشل فنانس کمیشن کے متعلق بہت مختصر بتاؤں گا۔ اکثر لوگ تو اس سے واقف ہوں گے اور جو واقف نہیں ہیں ان کی رہنمائی کے لئے عرض کرتا ہوں کہ اگر صوبے کو 100 روپیہ ملتا ہے تو اس میں سے تقریباً 40 روپے 40% of all resources ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کو دیتے ہیں اور یہ 40 فیصد اس وقت نہیں ہے یہ 02-2001 میں جب سے یہ سسٹم وجود میں آیا اس وقت یہ 33 فیصد تھی اور 05-2004 کے بجٹ کے مطابق تقریباً 41 فیصد ہے جو ہم ضلعی حکومتوں کو دے رہے ہیں۔ ضلعی حکومتوں کو دی جانے والی رقم کے دو components ہیں ایک development کا اور دوسرا non development کا اور non development کا benchmark ہم نے exactly اسی current expenditure کو بنایا تھا جس وقت یہ ضلعی حکومتیں وجود میں آئی تھیں۔ وہ سال 01-2000 ہے۔ جتنا جتنا کوئی ضلعی حکومت non development خرچہ کرتی تھی اسی کو benchmark بنا کر تمام اضلاع کو وسائل دیئے جانا شروع ہو گئے۔ جہاں تک ڈویلپمنٹ کا تعلق ہے، ڈویلپمنٹ کا جو پہلا سال تھا جو ضلعی حکومتوں کا پہلا سال تھا اس میں 20 فیصد وسائل on the basis of population دیئے گئے تھے اور 80 فیصد on the basis of under-development اس کے بعد جو آئندہ سال آیا اس ایوارڈ میں ترمیم کی گئی اور اس وقت فوجی حکومت تھی اور اس interim award میں اس فارمولا کو تبدیل کیا گیا جس میں 67 فیصد on the basis of population اور 33 فیصد on the basis of under-development per capita اور آج بھی یہی فارمولا چل رہا ہے کیونکہ کمیشن نے اس وقت کوئی نیا ایوارڈ نہیں دیا۔ ہم existing interim award ہی کے تحت وسائل دے رہے ہیں۔ I am talking of districts. لیکن ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے علاوہ بھی ضلعی حکومتوں کے دو tiers ہیں۔ ایک ہے تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن کو سو فیصد آبادی کی بنیاد پر وسائل دیئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یونین کونسلوں کو across the board تمام پنجاب کی یونین کونسلوں کو 60 ہزار روپیہ ماہوار دیا جاتا ہے۔ سوائے لاہور شہر کے، لاہور شہر میں تین گنا زیادہ رقم دی جاتی ہے جو کہ ایک لاکھ اسی ہزار روپے فی یونین کونسل ہے۔

جناب والا آپ کی وساطت سے میں اس ایوان میں یہ بھی ضرور پیش کرنا چاہوں گا کہ سال 02-2001 میں اس صوبے کا ڈویلپمنٹ بجٹ 20۔ارب روپے اور اگر آپ اس کو as the

percentage of total budget دیکھیں تو یہ صرف 18.61 فیصد تھا جس کو ایک سوچی سمجھی پالیسی کے تحت ہم نے اپنے ڈویلپمنٹ بجٹ کو 20 فیصد ٹوٹل بجٹ سے بڑھا کر 33.46 فیصد کیا ہے۔ جو اگر آپ volume میں سننا چاہیں تو یہ 20۔ارب روپے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے تقریباً 53۔ارب روپے ہو چکا ہے۔ جو کہ ایک بہت بڑا اور substantial increase ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

آخر میں جناب والا! این۔ایف۔سی کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں میں رانا ثناء اللہ صاحب کا بے پناہ احترام کرتا ہوں کہ یہ بہت ہی expert پارلیمنٹرین ہیں اور یہ بہت will prepared آتے ہیں لیکن میں آج بہت شدت کے ساتھ اور مایوسی کے ساتھ ان سے اختلاف کروں گا کہ یہ اس طرح ڈگری دیتے ہیں کہ جس وقت صدر مشرف صاحب نے meeting call کی تو یہ اس میٹنگ کے اندر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی presence کے اندر تمام چیف منسٹرز نے اور تمام فنانس منسٹرز نے دستخط کئے تھے۔اس سے مجھے شدید اختلاف ہے اور چیف منسٹر صاحب اس کمیشن کا حصہ نہیں ہیں۔اس کا حصہ ہیں فنانس منسٹر، ایک ex-officio member، فیڈرل فنانس منسٹر اس کو Chair کرتے ہیں اور فیڈرل فنانس سیکرٹری اس کمیشن کے سیکرٹری ہوتے ہیں۔دوسرا انہوں نے فرمایا ہے کہ فنانس کمیشن کی recommendations آچکی ہیں وہ اگر ان کے علم میں ہیں تو ان کو مجھ سے بہت زیادہ بہتر پتا ہے۔میں گزارش یہ کرنا چاہوں گا کہ۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: رانا ثناء اللہ خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ایک تو جو انہوں نے فرمایا کہ میں اس میٹنگ میں موجود تھا۔ میں نے categorically اس بات کا حوالہ دیا تھا کہ یہ خبر نہ صرف میں نے پڑھی ہے بلکہ میں نے ٹی وی پر دیکھی بھی ہے اور اس میٹنگ میں باقاعدہ چیف منسٹر پنجاب بھی موجود تھے اور اس کے بعد یہ خبر آئی کہ تمام صوبوں نے صدر صاحب پر اعتماد کا اظہار کیا ہے کہ وہ اس میں جو بھی فیصلہ کریں گے سب کو قبول ہوگا اور اس بات کی دوبارہ تردید نہیں ہوئی۔دوسری یہ بات ہے کہ یہ فرما رہے ہیں کہ میں نے یہ کہا ہے کہ صدر صاحب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ہم ان سے فیصلہ نہیں پوچھ رہے، ہم ان سے صرف ان کا مؤقف پوچھ رہے ہیں کہ جیسے سندھ، سرحد، بلوچستان نے اپنے اپنے ہاؤس سے قرار دادیں پاس کروا کر اپنا مؤقف plead کیا ہے لیکن Punjab has no

voice. ہم ان سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کا اپنا جو مؤقف ہے وہ ہمیں بتادیں۔

جناب چیئرمین: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں جناب کی خدمت میں گزارش کر رہا تھا کہ آپ اور ہم اس بات کو own کرتے ہیں کہ صدر صاحب کے پاس ایک میٹنگ ہوئی جس میں چاروں وزرائے اعلیٰ چاروں وزرائے خزانہ اور وزیر اعظم صاحب بھی موجود تھے اور تمام صوبوں نے اپنا نقطہ نظر صدر صاحب اور وزیر اعظم صاحب چونکہ فیڈرل فنانس منسٹر بھی ہیں تو اپنی اس پوزیشن کی وجہ سے وہ اس کمیشن کے چیئرمین ہیں۔ ان کی خدمت میں پیش کیا۔ مگر میں دوبارہ اپنی بات کو دہراؤں گا کہ نیشنل فنانس کمیشن کی کوئی بھی recommendations اس وقت بنتی ہیں جس وقت consensus ہو۔ اس میں پانچ stakeholders ہیں۔ چار صوبے اور ایک وفاقی حکومت۔ جب تک پانچوں stakeholders کسی ایک بات پر متفق نہیں ہوتے وہ recommendations نہیں بنتیں۔ جب تک recommendations نہیں بنتی تب تک وہ صدر کے پاس ایوارڈ کی شکل میں منظوری کے لئے نہیں جاتا۔ میں اس معزز ایوان کو آپ کی وساطت سے مکمل طور پر یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہم پنجاب کے مفادات کی حفاظت کرنا بہت اچھے طریقے سے جانتے ہیں اور انشاء اللہ جو بھی ایوارڈ آئے گا اس میں پنجاب کے تمام مفادات protected ہوں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! آپ کی وساطت سے یہ عرض کروں گا کہ۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! اب آپ دیکھیں کہ وزیر خزانہ بات کو ابہام میں ڈال رہے ہیں۔ جس میٹنگ کا میں نے ذکر کیا تھا اب انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ جی ہاں میٹنگ ہوئی تھی۔ اس میٹنگ میں تمام صوبوں نے اپنا اپنا نقطہ نظر بیان کیا تھا۔ یہاں پر اس بات کا مسئلہ تو حل ہو گیا۔ جو نقطہ نظر اور وزیر اعلیٰ پنجاب نے وہاں پر بیان کیا تھا وہ نقطہ نظر یہاں بھی بیان کر دیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! اگر رانا صاحب پسند کریں تو ان کو پوری detailed presentation دی جا سکتی ہے۔ میری کل سمیع اللہ خان صاحب سے بات ہوئی تھی۔ این ایف سی ایوارڈ صرف

ایک population کے فارمولے کا فیصلہ نہیں ہے۔اس میں multiple چیزیں ہیں۔ جس کے اندر اگر ایک indicator یا ایک item کو چھیڑا جائے تو اس سے باقی تمام چیزوں کی صورتحال تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہ اس وقت بالکل fluid شکل میں ہے۔ کچھ چیزیں ہیں جن پر اتفاق رائے ہو گیا ہے کچھ چیزیں ایسی ہیں جن پر گفتگو جاری ہے۔ جب تک تمام چیزوں پر ایک package deal کی شکل میں consensus نہیں ہو جاتا اس وقت تک on the floor of the House میں کسی قسم کی کوئی statement نہیں دے سکتا۔ میں آپ کی وساطت سے آخری گزارش کروں گا کہ۔۔۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! انہوں نے کہا ہے کہ میں قرارداد کو oppose کرتا ہوں۔ انہوں نے تسلیم بھی کر لیا ہے کہ 80 فیصد یا اتنے resources ہم آبادی کی بنیاد پر allocate کرتے ہیں۔ پھر میرے خیال میں ان کو اس قرارداد کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے تھی۔ محرک کا بیان کرنے کا یہ مقصد تھا کہ جو resources ہیں وہ انصاف کے تحت استعمال ہونے چاہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ اس قرارداد کی مخالفت نہ کریں اور اس کو پاس ہونے دیں۔

جناب چیئرمین: بگو صاحب! تشریف رکھیں۔ جی، وزیر خزانہ!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! ہاؤس کا time extend کر دیں۔

جناب چیئرمین: ہاؤس کا وقت آدھے گھنٹے کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔ جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ جس وقت میں نے بات شروع کی تھی۔ میں نے معزز رکن سے گزارش کی تھی کہ وہ اس کو withdraw کر لیں۔ till the time کہ نیشنل فنانس کمیشن ایوارڈ کی recommendations نہ آ جائیں۔ پھر اس کی روشنی میں یہ اپنی Resolution لے کر آئیں پھر اسمبلی اس پر vote کرے۔ میری آپ کی وساطت سے ان سے یہ گزارش ہے کہ وہ اس کو withdraw کر لیں۔

جناب چیئرمین: آپ اس مسئلے کو فنانس کمیٹی میں discuss کرنے کے لئے لے جانا چاہتے ہیں؟

وزیر خزانہ: جناب والا! مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر یہ withdraw کر لیں اور آپ اس کو کمیٹی میں بھیج دیں۔

جناب چیئر مین: جی، محترمہ آپ فرمائیں!

سیدہ صغریٰ امام: جناب چیئر مین! پہلی بات تو یہ ہے کہ وزیر خزانہ نے جو ایک دو گزارشات کی ہیں میں ان پر توجہ دلانا چاہوں گی۔

جناب چیئر مین: محترمہ! اگر آپ کمیٹی میں بیٹھ کر یہ بات کر لیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔

سیدہ صغریٰ امام: جناب والا! اگر ایک وضاحت ریکارڈ کے لئے یہاں پر ہو جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ وزیر خزانہ نے بات کی کہ جو پنجاب کا بجٹ ہے اور سمیع اللہ خان صاحب نے بھی بات کی اور میں نے اس پر وضاحت بھی کی کہ بجٹ کے ہمیشہ ایک سے زیادہ componant ہوتے ہیں اور ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ Provincial Finance Commission Award کے تحت صوبہ پنجاب کے فنڈز ڈسٹرکٹس کو دیئے جاتے ہیں لیکن Annual Development programme جس کے figures میں نے quote کئے، That is the second major component part of the budget. اور اس میں جیسے وزیر خزانہ صاحب نے از خود floor پر یہ بات تسلیم کی کہ 40% of the provincial allocation goes to the Provincial Finance Commission, 60% goes to the Annual Development Programme. تو 60 فیصد پیسا کس بنیاد پر تقسیم ہو رہا ہے، کس فارمولے اور کس criterion کے تحت تقسیم ہو رہا ہے؟ وہ انہوں نے وضاحت نہیں کی۔ اگر یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ یہ ایشوز کمیٹی کو refer کئے جائیں تو I shill be grateful. کہ یہ ایشو پنجاب کے فنڈز کی allocation and distribution کا اور جو logic ہے، rationale ہے وہ develop ہو، جس کے تحت ایک فارمولہ بننا چاہئے جس کے تحت نہ صرف Provincial Finance Commission Award بلکہ سب resources کے لئے کوئی logic یا create rational ہونا چاہئے۔ کمیٹی پر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب چیئر مین: یہ فنانس کمیٹی کو بھیج دیتے ہیں وہ اس کو دیکھ لے گی۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! مجھے کوئی problem نہیں ہے۔ میری صرف ایک submission ہے کہ ADP بنانا Planning and Development کا major role ہوتا ہے۔ آپ براہ مہربانی پارلیمانی سیکرٹری برائے Planning and Development کو بھی اس کا حصہ بنالیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس resolution کے پاس ہونے سے ہمارے پنجاب کے مؤقف کو بھی تقویت ملتی، دوسری بات یہ ہے کہ فنانس منسٹر صاحب نے پہلے بھی ایک مرتبہ یہ بات کی تھی کہ اگر رانا صاحب چاہیں تو ہم انہیں اس سلسلے میں پورا brief کر دیں گے، فلاں صاحب کو کر دیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ ہاؤس کو اس بات سے آگاہ کریں۔

جناب چیئرمین: اس کو فنانس کمیٹی دیکھ لے گی اور اس پر اپنی recommendations دے دے گی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر اس میں جن لوگوں نے oppose کیا ہے یا contribute کیا ہے پھر انہیں بھی اس کمیٹی میں شامل کر لیں۔

جناب چیئرمین: ہم انہیں بھی اس کمیٹی میں بلا لیں گے۔ دوسری قرارداد ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب چیئرمین! شکریہ

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! پچھلے منگل والے دن آپ نے یہ رولنگ دی تھی کہ شیخ علاؤالدین صاحب نے جو قرارداد پیش کی تھی۔۔۔

جناب چیئرمین: میں اس پر ہی آ رہا ہوں۔ یہ انٹری ٹیسٹ کی قرارداد ضروری ہے۔ یہ سب سے اہم ہے۔ جی، سید وسیم صاحب!

پنجاب کی انجینئرنگ یونیورسٹی اور میڈیکل کالجوں میں داخلے کے لئے انٹری ٹیسٹ کو ختم کرنا

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب چیئرمین! میں نے یہ قرارداد ایوان میں ٹینڈر کی ہے جس پر آپ نے مجھے اجازت دی ہے۔ اس وقت پورے پنجاب کے والدین اور سٹوڈنٹس کی نظریں اس پر ہیں کہ پنجاب

کا ہاؤس اس پر کیا فیصلہ کرتا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ قرارداد پڑھیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: اس ایوان کی رائے ہے کہ:

"انجینئرنگ یونیورسٹی اور پنجاب کے میڈیکل کالجوں میں داخلوں کے لئے انٹری ٹیسٹ کے سلسلے کو ختم کیا جائے۔"

جناب چیئرمین: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ:

"انجینئرنگ یونیورسٹی اور پنجاب کے میڈیکل کالجوں میں داخلوں کے لئے انٹری ٹیسٹ کے سلسلے کو ختم کیا جائے۔"

MR ARSHAD MEHMOOD BAGGU: I oppose it, sir.

DR ASAD ASHRAF: I also oppose it, sir.

MINISTER FOR HEALTH: I oppose it.

جناب چیئرمین: جی، ڈاکٹر وسیم صاحب! آپ اس پر بحث کریں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! فنانس منسٹر صاحب باہر جا رہے ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: حکومت پنجاب نے وفاق کو refer کر دیا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! آپ نے رولنگ دی تھی کہ۔۔۔

جناب چیئرمین: وقاص صاحب! تشریف رکھیں۔ وہ انہوں نے move کر دی ہے اگر ان کا جواب نہیں آئے گا تو ہم ہاؤس میں پاس کریں گے۔ یہ پیش ہو جائے گی تو اس کو take up کریں گے۔ اس کو adjourn نہیں کریں گے۔ جی، وسیم صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ مجھے انتہائی افسوس ہوا ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے اس کی مخالفت ہوئی ہے حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ ایجوکیشن اور ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کے بہت سارے اہلکاران سے اس پر میری discussion ہوئی ہے اور کم و بیش سارے اس پر متفق ہیں کہ انٹری ٹیسٹ والی زیادتی کو ختم ہونا چاہئے۔

جناب والا! گزارش یہ ہے کہ ایجوکیشن کا ایک پورا سسٹم ہے۔ تمام ڈویژنوں کے اندر بورڈ

ہیں جو میٹرک، ایف۔اے اور ایف۔ایس۔سی کے examinations لیتے ہیں۔ کسی زمانے میں حالات کافی خراب تھے جس کی وجہ سے سفارش کا سلسلہ چلتا تھا لیکن میں اس حوالے سے میاں شہباز شریف کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اس پر کافی محنت کی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے بوٹی مافیا اور سفارش کے سلسلے کو کوئی 99 فیصد تک ختم کیا تھا۔ اب اس وقت بھی یہ صورتحال ہے کہ ہمارے وزیر تعلیم میاں عمران مسعود صاحب اس حوالے سے کافی فکر مند بھی رہتے ہیں اور دو تین دفعہ بہاولپور تشریف لائے اور بہاولپور بورڈ میں ہم بیٹھے تو ہم نے کافی اطمینان کا اظہار کیا کہ یہاں کے حالات کافی اچھے ہیں۔ اس وقت overall میں سمجھتا ہوں کہ کسی بھی school of thought کی طرف سے پنجاب کے اندر بورڈوں کے حوالے سے کبھی پریس میں کوئی بات آئی ہے اور نہ ہی کسی نے اس کے خلاف کوئی آواز اٹھائی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے عمران مسعود صاحب تعلیم کے ایک کامیاب وزیر ہیں اور انہوں نے میرٹ کو وہاں پر ensure کیا ہے۔ پھر اس پورے امتحانی نظام کے اوپر کروڑوں اور اربوں روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ ہر بورڈ میں بہت سارے ملازمین ہیں، ان کی تنخواہیں ہیں، ان کے کام کے لئے علیحٰدہ ٹی۔اے، ڈی۔اے ہیں۔ پھر بڑی تعداد میں طلباء جو وہاں امتحان دیتے ہیں ان سے فیس بھی لی جاتی ہے اور اس حوالے سے پورا ایک set pettern چل رہا ہے اور اس حوالے سے کوئی عدم اطمینان بھی نہیں ہے۔ اب اگر آپ اس کو violate کرکے اس کے اندر ایک نئی بدعت کھڑی کرتے ہیں کہ جی انٹری ٹیسٹ ہوگا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ پنجاب کے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ اور in a way حکومت کے اپنے ہی نظام پر اس حوالے سے بالکل عدم اعتماد ہوتا ہے اور یہ کوئی اچھا سلسلہ نہیں ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اس وقت جو صورتحال ہے کہ جب سے یہ انٹری ٹیسٹ کا سلسلہ شروع ہوا ہے اس کے بارے میں شور و غوغا ہو رہا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ جب پہلی دفعہ یہ انٹری ٹیسٹ ہوا تھا تو اس پر بڑی لے دے ہوئی تھی اور پھر یہ بات admit کی گئی تھی کہ لاہور کے اندر پیپر آؤٹ ہو گیا تھا اور اس پر بڑا شور شرابا ہوا تھا۔ اس کے بعد نئے سرے سے اس کو کروانا پڑا تھا۔ ہر دفعہ اس طرح کی چہ مگوئیاں ہوتی ہیں اور وہ بجا ہیں۔

جناب والا! اس سلسلے میں، میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو محرومی اس حوالے سے ہے کہ لاہور اور راولپنڈی کے اندر اکیڈمیاں وجود میں آ گئی ہیں جن کا اس انٹری ٹیسٹ کے سسٹم کے ساتھ connection ہے وہاں سے leakage ہوتی ہے جس کے نتیجے میں یہ ہوتا ہے کہ جو پسماندہ علاقے کے طلبا ہیں وہ ان اکیڈمیوں کی لمبی لمبی فیسیں نہیں دے سکتے۔ اس حوالے سے وہ محروم رہ

جاتے ہیں اور میرٹ کی بالکل دھجیاں اڑائی جارہی ہیں۔ یہ مثالیں موجود ہیں کہ اگر کوئی بچہ ساڑھے سات سو نمبر لیتا ہے اور انٹری ٹیسٹ میں زیادہ نمبر لیتا ہے تو اس کے ذریعے سے وہ میڈیکل کالج میں داخلہ حاصل کر لیتا ہے اور دوسرا بچہ جو ساڑھے نو سو نمبر لیتا ہے لیکن چونکہ وہ اس سارے سسٹم کو نہیں سمجھتا اور اس نے کسی اکیڈمی کو join نہیں کیا ہوتا اور اس کا والد لمبی چوڑی فیس برداشت نہیں کر سکتا جس کے نتیجے میں وہ بے چارہ رہ جاتا ہے تو اس حوالے سے اس شعبے میں بڑی heart burnning چل رہی ہے۔ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ انٹری ٹیسٹ کا جو سسٹم ہے یہ "A" اور "O" لیول کے حساب سے ہوا ہے۔ جو پسماندہ علاقے ہیں جیسے ڈی جی خان، میانوالی، بہاولپور اور اس طرح کے دوسرے علاقے ہیں وہاں طلباء "O" لیول میں بہت کم ہوتے ہیں۔ چونکہ پنجاب گورنمنٹ کا سسٹم ایف۔اے اور ایف۔ایس۔سی کا ہے۔ اس لئے طلباء اس سسٹم کو سمجھتے نہیں ہیں۔ اس کے نتیجے میں وہ امتحان صحیح طریقے سے نہیں دے سکتے کیونکہ گورنمنٹ نے اس حوالے سے ان کو ٹرینڈ نہیں کیا ہوتا اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ان کی یہ انتہائی حق تلفی ہے کہ آپ ان کو پڑھاتے تو کسی اور سسٹم کے تحت ہیں، میڈیکل اور انجینئرنگ یونیورسٹی کے اندر ان کو داخلے کے لئے کسی اور سسٹم کے تحت examine کرتے ہیں۔ اس حوالے سے بھی میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی زیادتی ہے۔ یہ کیا طریق کار ہے؟ میں اس پر ایک مثال دینا چاہتا ہوں کہ کسی زمیندار کو خالص دودھ چاہئے تھا۔ اس نے ایک گوالہ رکھا کہ مجھے دودھ خالص ملنا چاہئے۔ گوالے نے ڈنڈی مارنی شروع کر دی۔ اس نے گوالے پر سپروائزر رکھ دیا پھر کچھ دن ٹھیک دودھ ملا اس کے بعد سپروائزر بھی اس کے ساتھ میل ملاپ کرنے لگا۔ اس نے سپروائزر پر ایک اور سپر سپروائزر رکھ دیا اس لئے یہ اس مسئلے کا حل نہیں ہے۔ پہلے ہی آپ کا ایک سسٹم موجود ہے۔ اس سسٹم پر سب کا اعتماد بھی ہے، اس ہاؤس کا اعتماد بھی ہے، پنجاب کے لوگوں کا اور طلباء کا اعتماد بھی ہے۔ اس سسٹم کو صحیح طریقے سے چلنے دیں۔ اس پر جو عدم اعتماد کی کیفیت اس انٹری ٹیسٹ کے ذریعے سے پیدا کی گئی ہے جس کے اندر بہت سی دو نمبریاں ہیں، paper leakage ہے، "او" لیول ہے اور چند مخصوص لوگوں کے مفادات کا اس ذریعے سے تحفظ ہو جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں بڑی محرومی اور frustration پیدا ہو رہی ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ پچھلی دفعہ بھی جب اس پر بحث ہوئی تو جنوبی پنجاب کے بہت سارے شہروں سے ٹیلیفون پر لوگوں نے مجھے مبارکباد بھی دی اور بات بھی کی اور کہا کہ مہربانی کر کے یہ جو انٹری ٹیسٹ کے حوالے سے زیادتی ہو رہی ہے اس کو ختم کروائیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب پچھلی دفعہ اجلاس میں یہ بات آئی تھی اور وزیر

موصوف نے کہا تھا کہ میں آج ہی سیکرٹری ہیلتھ کو بلاتا ہوں اور اس سارے معاملے کو thrash out کرتا ہوں کہ کیا معاملہ ہے۔ اس کی بھی کوئی رپورٹ ایوان کے پاس نہیں آئی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں نے جو ساری باتیں آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں یہ پنجاب کے عوام اور یہاں کے طلباء کا مطالبہ ہے کہ یہ جو انٹری ٹیسٹ کا سلسلہ ہے۔ یہ ناجائز ہے، زیادتی ہے، حق تلفی ہے اور اس کو ختم ہونا چاہئے۔

جناب چیئر مین: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! آپ حیران ہوں گے اور بعض دوست بھی یہ کہہ رہے ہیں اور ڈاکٹر صاحب بھی بڑی حیرانی کے ساتھ مجھے کہہ رہے ہیں کہ کیا آپ مجھے oppose کر رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ "ہاں" ہم oppose کر رہے ہیں۔

جناب والا! اس سے پہلے یہاں پر جنوبی پنجاب کے حوالے سے بحث چل رہی تھی۔ یہ بد قسمتی ہے کہ اگر کوئی اچھی بات ہو جاتی ہے اور بعد میں اس میں کوئی خرابی ہوتی ہے تو بجائے اس کے کہ ہم اس خرابی کو دور کرنے کی کوشش کریں ہم چاہتے ہیں کہ جو بات کسی اچھی وجہ سے ہوئی ہے ہم اس کو اکھاڑ کر نیچے پھینک دیں۔

جناب سپیکر! شہباز شریف کی گورنمنٹ میں جو تین چار اچھے کام ہوئے تھے۔ ان میں میاں شہباز شریف کا تعلیم کے حوالے سے جو کام تھا کہ اس نے بوٹی سسٹم ختم کرایا اور اس نے جو کام کیا تھا اس کو بڑا سراہا گیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو اچھی بات ہے اس کو کرنا چاہئے۔ یہ انٹری ٹیسٹ کیوں شروع کیا گیا؟ میں اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ میں نے 1982 میں لاہور لاء کالج میں داخلہ لے لیا۔ میں نے ایف۔ ای۔ ایل یہاں کیا اور جب ہمارا فائنل امتحان تھا تو انہوں نے ہمارا داخلہ روک لیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی حاضریاں کم ہیں لہذا ہم آپ کا داخلہ نہیں بھیجیں گے۔ اس وقت اقبال مؤکل ہمارے پرنسپل تھے، وہ بڑے سخت تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں تو ایک سال afford نہیں کر سکتا تو مہربانی کریں اور مجھے کوئی حل بتائیں۔ انہوں نے کہا کہ تمہیں ایک ہی حل بتایا جا سکتا ہے کہ تم یہاں سے اپنی مائیگریشن کروالو اور کہیں چلے جاؤ اور امتحان دے لو۔ میں تمہیں یہاں امتحان نہیں دینے دوں گا۔ میں نے بڑی مشکل سے یہاں سے مائیگریشن کروائی اور میں کراچی چلا گیا۔ میں ساری رات تیاری کرتا رہا کہ دوسرے دن پیپر تھا۔ جب میں صبح examination hall میں گیا تو پیپر دینے کے لئے بیٹھا، پرچہ سوالات میرے سامنے آیا تو ایک منٹ میں ہال میں ہلچل مچ گئی۔ وہ ہلچل ایسے مچی

کہ لوگوں نے کتابیں کھول لیں، سندھیوں، بلوچوں اور لوگوں نے کتابیں اوپر رکھ کر لکھنا شروع کر دیا۔ آپ یقین کیجئے کہ مجھے جو یاد تھا وہ سارا بھول گیا۔ میں دو منٹ انہیں دیکھتا رہا کہ یہ کیا مشکل ہے۔ میاں شہباز شریف نے جو انٹری ٹیسٹ کو شروع کیا تھا، اس کی ایک وجہ یہ تھی۔ میں اب جنوبی پنجاب کے ان حصوں کو point out نہیں کروں گا کہ بعض حکومت کے وزیر موجود تھے۔ انہوں نے وہاں پر بورڈ بنوا لئے اور وہاں وہ اپنے بچوں کو یا وہ جو کچھ کرنا چاہتے تھے۔ ان کو نقلیں مروا مروا کر ساڑھے آٹھ آٹھ سو نمبر لے کر وہ بچے آ جاتے تھے اور میڈیکل کالجوں میں داخل ہو جاتے تھے۔ اس سے بھی شور پڑا، پھر اس کا حل یہ سوچا گیا کہ انٹری ٹیسٹ کو لاگو کیا جائے اور جب تک یہ انٹری ٹیسٹ شفاف ہوتا رہا تو میں کہتا ہوں کہ اس پر کوئی شکایات پیدا نہیں ہوئیں۔ میں ڈاکٹر صاحب کی اس بات سے اختلاف نہیں کرتا کہ یہ اکیڈمیاں بنی ہیں، papers leakage ہوئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ leakage نہیں ہونی چاہئے اور جو اکیڈمیاں بنی ہیں ان کے متعلق گورنمنٹ کو کوئی بہتر حل سوچنا چاہئے۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ ایک اچھی بات کو آپ ایک منٹ میں اٹھا کر دریا برد کر دیں۔ میں خود اس کے خلاف ہوں کہ جو زیادتیاں طلباء کے ساتھ ہوئی ہیں۔

جناب چیئرمین: یہ باتیں کون دیکھے گا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میں یہ کہوں گا کہ یہ کام گورنمنٹ کا ہے۔ میں حکومت سے یہ کہوں گا کہ کسی صورت انٹری ٹیسٹ ختم نہیں ہونا چاہئے لیکن اس کو شفاف ہونا چاہئے۔ اس پر چیک ہونا چاہئے۔ اس کو اتنا اچھے طریقے سے کرنا چاہئے کہ لوگوں کو جو شکایات پیش آئی ہیں کہ انٹری ٹیسٹ میں paper leak out ہوا ہے یا وہاں پر کوئی ایسی گڑبڑ ہوئی ہے۔ وزیر صحت نے پچھلی میٹنگ میں بڑے اچھے طریقے سے brief کیا تھا۔ یہاں صدیقی صاحب نے روتے ہوئے یہ کہا تھا کہ سات آدمی جنوبی پنجاب سے ہوئے ہیں اور باقی سارا پنجاب ہو گیا ہے، سارا لاہور ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اعداد و شمار کے ساتھ یہ بتایا تھا کہ سات آٹھ سو لوگ اس حلقے سے ہوئے تھے اور باقی پورے پنجاب سے ہوئے تھے۔ لہذا کسی بات کو سکینڈل نہیں بنانا چاہئے۔ کسی بات کو اس طرح سے high light نہیں کرنا چاہئے کہ پتا نہیں جنوبی پنجاب میں کیا ہو گیا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ جنوبی پنجاب کا جو حق ہے ان کو ملنا چاہئے۔ ان کے ساتھ جو زیادتی ہو رہی ہے۔ اس کا بھی ازالہ ہونا چاہئے لیکن یہ نہیں ہونا چاہئے کہ جنوبی پنجاب اپنی مظلومیت اور محرومی کی وجہ سے ہمیں دبانا شروع کر دے اور یہ سنٹرل پنجاب کو کہے کہ ہم ان زیادتیوں میں شامل ہیں تو ہم ان زیادتیوں میں شامل نہیں ہیں۔

ہم حکومت سے یہ کہیں گے اور وزیر صحت جو اچھے اور competent ہیں۔ ان سے درخواست کریں گے کہ انٹری ٹیسٹ پر انہوں نے جو انکوائریاں کی ہیں اور جو انکوائری ہو رہی ہے اس سلسلہ میں یہ اس انٹری ٹیسٹ کو بہترین بنانے کی کوشش کریں، اچھا بنانے کی کوشش کریں تاکہ کسی کو اس سے کوئی گلہ اور شکوہ نہ ہو۔ شکریہ

سید مجاہد علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! جو قرارداد پیش ہوئی تھی تو اس میں سوائے محرک کے کوئی بات نہیں کر سکتا۔ کیا پوائنٹ آف آرڈر پر بحث ہو سکتی ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے قرارداد پیش کی تھی تو میں نے oppose کیا تھا۔ اگر پوائنٹ آف آرڈر پر ان کی بحث بنتی ہے، اگر انہوں نے oppose کیا ہے تو پھر آپ ان کو موقع دیں۔ اگر انہوں نے oppose نہیں کیا تو کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر سکتے ہیں؟ یہ مجھے بتا دیں۔

جناب چیئرمین: یہ پہلے بات کرنا چاہتے تھے۔ اس وقت میں نے انہیں ٹائم نہیں دیا تھا کہ یہ بعد میں بات کر لیں گے۔ وہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں گے۔

سید مجاہد علی شاہ: جناب چیئرمین! محترم بگو صاحب نے بڑی لمبی چوڑی بات کی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ وہ دوسرے لوگوں سے تو democratic باتیں کرتے ہیں اور خود ڈکٹیٹر بن جاتے ہیں اور دوسروں کی بات سننا بھی ان کو گوارا نہیں ہے۔ انہوں نے یہاں پر کھڑے ہو کر یہ بیان دے دیا ہے کہ جنوبی پنجاب میں اس طرح ڈگریاں ملتی ہیں، وہاں لوگوں نے بورڈ ایسے ہی بنوا لئے ہیں، وہاں پر امتحان اس طریقے سے ہوتے ہیں اور ہماری طرف امتحانات اس طریقے سے ہوتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ وہاں پر کیا دیکھ کر آئے ہیں؟ یہ بتائیں کہ کون سے بورڈ، کون سے علاقے میں یہ مسائل ایسے ہو رہے ہیں؟ یہ حقیقت ہے اور پورے جنوبی پنجاب کی آواز ہے کہ یہ ظلم ہو رہا ہے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ وزیر اعلیٰ صاحب کو خود بھی یہ request کریں گے کہ یہ اس علاقے کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہو رہی ہے۔ جو رزلٹ آئے ہیں اور جس طریقے سے نتیجہ نکلا ہے یہ سراسر زیادتی ہوئی ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔

ڈاکٹر اسد اشرف: جناب چیئرمین! میں بولنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر اسد اشرف: شکریہ۔ جناب چیئر مین! یہ پنجاب کے میڈیکل students کا بڑا اہم مسئلہ ہے اور جیسے میرے دوستوں نے پہلے بات کی ہے مجھے اپنی حکومت کو define کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ انٹری ٹیسٹ کیسے ہو رہے تھے اور کہاں ہیں؟ انشاء اللہ جب مورخ تاریخ لکھے گا تو وہ ہر چیز کا ذکر کرے گا اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب مورخ تاریخ لکھے گا تو جس طرح کوئی عورت Pope نہیں ہو سکتی اسی طرح کوئی اچھی بین الاقوامی سطح کی مؤرخہ بھی عورت نہیں ہو گی، کوئی مرد ہی لکھے گا۔ بات اتنی ہے کہ یہ انٹری ٹیسٹ 1998 میں شروع ہوا، اگر میں غلط کہوں تو منسٹر ہیلتھ مجھے بعد میں rectify کر سکتے ہیں۔ سب سے پہلے پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل (PMDC) پارٹی تھی اور وہ کورٹ میں گئی تھی کہ جو students میڈیکل فیلڈ میں آ رہے ہیں ان کی basic knowledge in Physics, Chemistry and Biology اتنی تھرڈ کلاس ہے کہ وہ پریشان تھے۔ اس پر کورٹ نے آرڈر کیا تھا اور یہ سب سے پہلے خیبر میڈیکل کالج میں انٹری ٹیسٹ ہوا تھا۔ یہ میں ایک ریکارڈ کے لئے کہہ رہا ہوں کیونکہ بار بار یہ بات کی جاتی ہے کہ پنجاب میں سب سے پہلے انٹری ٹیسٹ ہوا۔ جب 1998 میں ٹیسٹ شروع ہوا تو 2002 تک اس پر کوئی انگلی نہیں اٹھائی گئی۔ یہ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں ریکارڈ پڑا ہوا ہے اور ابھی بھی جا کر دیکھ سکتے ہیں۔ جو بچے چاہے وہ لیہ کے ہوں، راجن پور کے ہوں، ڈیرہ غازی خان کے ہوں، وہ محنت کرتے ہیں اور امتحان پاس کرتے ہیں۔ جن کی محنت پر کوئی سرمایہ دار، کوئی سیاستدان، بیوروکریٹ یا powerful ڈکیتی نہیں کر سکتے تھے۔ ان لوگوں کو داخلے ملے اور انہوں نے انٹری ٹیسٹ دیا۔ پانچ سال کا difference نکال کر دیکھ لیں، previous جو وزیر صحت تھے اور میرا خیال ہے کہ اس وقت سیکرٹری وسیم افضل صاحب تھے یہ میٹنگ کی on record باتیں ہیں کہ انہوں نے مکمل طور پر اس کی مخالفت کی کہ یہ انٹری ٹیسٹ جو ہے یہ ایک neutral ادارہ جو شہباز شریف کے دور میں internationally acknowledged تھا اس کا نام IBA تھا اور اس کا ہیڈ آفس کراچی میں تھا، پانچ سال سے وہ conduct کر رہا تھا اور انہوں نے کہا کہ کسی قسم کی کوئی discrepancy نہیں آ رہی۔ صرف زیادہ سے زیادہ انٹری ٹیسٹ اور ایف۔ ایس۔ سی میں اگر کسی student جس نے محنت کر کے خود نمبر لئے ہیں، خود پریکٹیکل کئے ہیں۔ دو سے پانچ percent کا difference آ رہا تھا اور یہ کوئی difference نہیں تھا لیکن جب سے یہ 04-2003 اور 2005 میں پرائیویٹ لاہور کے ایک تعلیم فروش کو انٹری ٹیسٹ کا انچارج بنایا گیا۔ کتنی ستم ظریفی ہے کہ بات ڈاکٹروں کی ہو رہی ہو اور ٹیسٹ انجینئرز لے رہے ہوں۔ خلیق الرحمٰن

نام کے پروفیسر ہیں، میں نام بھی لے لوں گا۔ کنگ ایڈورڈ کے پروفیسر جو سارے پنجاب کے ہیں یہ مافیا دوبارہ active ہو گیا ہوا ہے۔ آپ دیکھیں کہ ان کے بچے نے 831 نمبر لئے اور پنجاب کے کسی میڈیکل کالج میں انہی کے دو بچوں میں سے ایک کا بھی داخلہ نہیں ہوا۔ ڈاکٹر صاحب! آپ نے nerve conduction پڑھی ہو گی۔ میں یہ کہوں گا کہ جو merit queue تھا ادھر سے جمپ لگا کر اڑھائی ہزار لوگوں کے اوپر آ گیا۔ جس بچے کا پنجاب کے کسی میڈیکل کالج میں داخلہ نہیں ہونا تھا وہ کنگ ایڈورڈ میں پانچویں نمبر پر آیا ہے۔ صرف یہی نہیں ہے، ان کا دوسرا بچہ بھی اسی طرح آیا اس نے merit queue کو cross کیا اور 1600 بچوں کے آگے آ گیا، یہ on record باتیں ہیں۔ ابھی لوگ سپریم کورٹ گئے ہوئے ہیں۔ انشاء اللہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔۔۔

جناب چیئرمین: یہ سپریم کورٹ میں pending ہے؟

ڈاکٹر اسد اشرف: جناب چیئرمین! pending کی بات نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ انہوں نے آج سے تین سال پہلے ایک ادارہ UHS کے نام سے بنایا۔ اس وقت ایک سال میں 92 امتحان conduct ہو رہے ہیں۔۔۔ (قطع کلامیاں)

ڈاکٹر صاحب! kindly میری بات ذرا غور سے سنیں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ UHS والے سال 1992 سے امتحان لے رہے ہیں جس میں ایم۔بی۔بی ایس فرسٹ، سیکنڈ، تھرڈ، فورتھ، dentistry, midwifery, DGO's ہر طرح کے وہ امتحان لے رہے ہیں لیکن آج تک کہیں سے کوئی شکایت نہیں آئی۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ امتحانی سسٹم ایسا transparent ہونا چاہئے کہ جس میں لوکل لوگوں کی involvement نہ ہو اور اسی طرح ہو جس طرح پہلے ہوتا تھا کہ کسی کی کوئی involvement نہیں ہوتی تھی۔ میں یہاں پر ہیلتھ منسٹر صاحب سے request کروں گا۔ انہوں نے 1988 میں ہاؤس جاب کی اس کے بعد باہر چلے گئے۔ یہاں بہت سی چیزیں جو آپ کہتے ہیں وہ پہلی دفعہ نہیں ہوئیں۔ Burn Unit میں آپ طالبعلم تھے آپ جاتے تھے، ایمرجنسیوں میں drugs کی لسٹ پہلے بھی لگی ہوتی تھی۔ مخدوم اشفاق صاحب بیٹھے ہیں ان کے بھائی مخدوم اعجاز I should remember correctly دس سال پہلے میں نے ان کو 'Streptokinase' لگایا تھا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ چیز کوئی پہلی دفعہ نہیں ہو رہی۔ ٹھیک ہے کہ there is always a place for improvement but at the top اور improvement ہوتی ہے اور ہونی چاہئے۔ سسٹم میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ ہم ڈاکٹر ہیں، یہ بھی ڈاکٹر ہیں، دو دو، تین تین ماہ بعد refresher

coursesکرتے ہیں۔ ہمارا تو ہر سٹیج پر ٹیسٹ ہے، ہمارا مریض ہمارا ٹیسٹ ہے، ہمارا مریض ہمارا انٹری ٹیسٹ ہے۔ میں یہاں پر ایک نام لوں گا کہ پرنسپل جو کالج آف فزیشن اینڈ سرجن پاکستان کے صدر رہے ہیں،ان کے بیٹے کو ضیاء الحق کے دور میں 17 گولڈ میڈل دیئے گئے ہیں۔ کس وجہ سے دیئے تھے وہ اسی طرح ہی دیئے تھے۔ آج وہ شخص امریکہ میں، کیلیفورنیا میں ٹیکسی چلا رہا ہے۔ غریبوں کے حق پر اگر کسی طاقتور نے ڈاکا ڈالا تو جب وہ فیلڈ میں آئیں گے تو ان کی اولادوں کو عوام مسترد کر دیں گے۔ یہ جو تین سال پچھلے گزرے ہیں یہاں پر ایک مافیا دوبارہ activeہو گیا ہوا ہے اور یہ غریب لوگوں کی محنت کو چرا رہے ہیں، ڈاکا ڈال رہے ہیں۔ اس کو روکنے کے لئے ان کو چاہئے کہ ڈاکٹروں کی بہتری کے لئے یہ اس ہاؤس کے ڈاکٹروں کی ایک Select Committeeبنائیں اس میں Professors of ample integrity and professionalismکو شامل کریں اور پھر جو وہ رائے دیں اس کو مقدم رکھیں۔ شکریہ

جناب سمیع اللہ خان: میں بھی opposeکرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، سمیع اللہ خان صاحب!

جناب سمیع اللہ خان: جناب چیئرمین! میں نے صرف مختصر بات کرنی ہے۔

جناب چیئرمین: ہاؤس کا وقت مزید آدھا گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔ سمیع اللہ صاحب! جلدی wind upکریں پھر ہی بحث ختم ہو گی۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب چیئرمین! ڈاکٹر اسد اشرف نے بہت اچھی باتیں کی ہیں۔ چونکہ یہ محرومی کا سارا معاملہ ہے کہ پنجاب کا ایک حصہ محروم ہے اور اس وجہ سے ان کے بچے کم داخل ہوتے ہیں۔ میں صرف opposeاس لئے کر رہا ہوں کہ اگر ایک دو چیزوں کا بندوبست کر لیا جائے تو پھر بے شک اس کو ختم کر دیا جائے۔ ہم سب اسی معاشرے کا حصہ ہیں۔ جو پیپر بناتا ہے وہ بھی پنجاب کا ہی حصہ ہے، جنوبی پنجاب کا حصہ ہے، جو مارکنگ کرتا ہے وہ بھی اسی پنجاب کا حصہ ہے۔ محرومی کے احساس کی میں مثال دے کر کہتا ہوں کہ اگر ڈاکٹر جاوید صدیقی صاحب پیپر کی چیکنگ کر رہے ہوں گے تو یقینی بات ہے کہ ان کے سامنے وہ پیپر آئے گا جو ملتان یا ڈی جی خان کے کسی طالبعلم کا ہو گا تو اس کو پتا ہو گا۔ اس نے اس کا لاہور کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے تو اس کی مارکنگ تھوڑی looseہو جائے گی اس لئے میری تجویز ہے کہ ان بورڈوں کے جو پیپر سیٹ کئے جاتے ہیں اور پیپروں کی جو چیکنگ کی جاتی ہے

وہ اسی بورڈ میں نہ ہو وہ کسی دوسرے بورڈ میں ہو اس سے جنوبی پنجاب کے جو طالبعلم 900 نمبرز کو cross کرتے ہیں اور اسی calibre کے جو طالبعلم لاہور کے ہیں یہ ٹھیک ہے کہ یہاں اکیڈمیاں بہت ہیں لیکن یہ بھی فرق ہے کہ جو ساڑھے سات سو نمبر لاہور کا طالبعلم لیتا ہے وہ اس 900 والے طالبعلم سے زیادہ ذہین ہوتا ہے۔اس میں پیپر بھی loose سیٹ کیا جاتا ہے اور مارکنگ بھی loose کی جاتی ہے اس لئے پنجاب کے جو آٹھ بورڈ ہیں ان کے پیپر بھی دوسرے بورڈوں سے سیٹ ہوں اور چیکنگ بھی دوسرے بورڈوں سے ہو تو میرا خیال ہے کہ کافی حد تک اس کا تدارک کیا جا سکتا ہے۔ پھر بے شک اس انٹری ٹیسٹ کو ختم کیا جائے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ جو بات کر رہے ہیں میں یہ کہوں گا کہ کیا ہمارے دماغ کم ہیں اور یہ کوئی زیادہ قابل ہیں اور ان کے لئے یہ کوئی من وسلویٰ ہے، یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟

(اذان عصر)

جناب چیئرمین: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب چیئرمین! یہ جنوبی پنجاب کا شمالی پنجاب کا اور نہ ہی سنٹرل پنجاب کا مسئلہ ہے۔اس کو ایسا رنگ نہیں دینا چاہئے۔ میرے خیال میں یہ بات ہی نہیں ہونی چاہئے تھی۔اس پر دو دفعہ پہلے بھی بات ہو چکی ہے۔ وزیر تعلیم کی اپنی رائے ہے اس پر میری اپنی بھی رائے ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ چونکہ یہ معاملہ اخبارات میں آیا اور اس سال جو انٹری ٹیسٹ ہوا تھا اس پر کچھ بچوں نے سپریم کورٹ کو ایک خط بھی لکھا تھا۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس نے اس issue پر suo motu action لیا۔ اس کے بعد ہمارے ڈیپارٹمنٹ کی ایک پیشی سات دن پہلے ہوئی۔پی۔این۔ڈی۔سی کے سیکرٹری کو بھی بلایا گیا اور سپریم کورٹ نے شکایات جو مختلف لوگوں کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اس کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے ایک فیصلہ کیا کہ جن کو زیادہ نمبر دیئے گئے ہیں پہلے 25 پیپرز اور درمیان کے 25 پیپرز کو پنجاب سے باہر ایک مستند یونیورسٹی جس کا نام آغا خان یونیورسٹی ہے، کو بھیج دیئے جائیں۔ پھر ہمیں وقت دیا گیا اور سپریم کورٹ نے ہمیں 5۔دسمبر کو دوبارہ بلایا ہے کہ وہ نتائج سپریم کورٹ میں پیش کئے جائیں۔ میرا خیال ہے کہ the matter is clearly subjudice۔ میں یہاں پر آپ کو

واضح طور پر اور حلفاً کہنے کے لئے تیار ہوں کہ اگر ان پیپرز میں discrepancy نظر آئی۔ بے شک ایک fraction ہو تھوڑی percentage ہو تو بھی ہم اس examiner کے خلاف ایکشن لیں گے کیونکہ ہم اس کو out source کرتے ہیں۔ ہمارا میڈیکل کالج exams conduct نہیں کرتا یہ یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی کرتی ہے۔ اگر اس میں discrepancy ہوئی تو انٹری ٹیسٹ میں جس کسی کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے تو اس کا ازالہ بھی کیا جائے گا اور پھر یہ بحث بھی بالکل جائز بنتی ہے۔ سپریم کورٹ نے ہمیں احکامات دیئے ہیں کہ اس کو مکمل طور پر investigate کریں انہوں نے فیصلہ کیا کہ پنجاب کے کسی میڈیکل کالج یا پروفیسر کو اس کی اجازت نہیں دیں گے بلکہ آغا خان میڈیکل یونیورسٹی اس کا analysis کرے گی۔ اگر اس میں کوئی غلطی ہوئی تو جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ اس انٹری ٹیسٹ میں اگر ایک بچے کے ساتھ زیادتی بھی ہوئی تو ہم سمجھیں گے کہ پورے کا پورا سسٹم فرسودہ ہے۔ اسی چیز کی انکوائری کے لئے سپریم کورٹ نے ہمیں آرڈر دیا ہے۔ 5۔دسمبر کو سپریم کورٹ میں پیش کیا جائے گا اور سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق ہم اس پر فیصلہ کریں گے۔ اس وقت پنجاب حکومت کے پاس اس انٹری ٹیسٹ کو ختم کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے جبکہ کیس سپریم کورٹ میں زیر سماعت ہے۔

جناب چیئرمین: اس قرارداد کو pending کیا جاتا ہے۔ اگلی قرارداد محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری کی ہے۔

جہیز فنڈ پانچ ہزار روپے سے بڑھا کر پچیس ہزار روپے کرنے کا مطالبہ

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں یہ قرارداد پیش کرتی ہوں کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ جہیز فنڈ کی رقم پانچ ہزار روپے فی کس سے بڑھا کر کم از کم 25 ہزار روپے کر دی جائے۔"

جناب چیئرمین: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے۔

"اس ایوان کی رائے ہے کہ جہیز فنڈ کی رقم پانچ ہزار روپے فی کس سے بڑھا کر کم از کم 25 ہزار روپے کر دی جائے۔"

وزیر بیت المال: میں اسے oppose کرتا ہوں۔

حاجی محمد اعجاز: میں بھی اسے oppose کرتا ہوں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب چیئرمین! میں سمجھتی ہوں کہ اگر ہم آج یہاں پر انسانیت کی بات کریں یا ہم کسی کا ساتھ دینے کی بات کریں تو جن لوگوں نے oppose کیا ہے میں ان سے یہ جاننا چاہوں گی کہ کیا ہم اپنی کسی بچی کی شادی پانچ ہزار روپے میں کر سکتے ہیں؟ بیت المال کے ذریعے جو رقم جہیز فنڈ کے لئے دی جاتی ہے پہلے تو اس میں بہت سی بے قاعدگیاں ہیں۔ اس پانچ ہزار روپے کے لئے غریب لوگوں کو بیت المال کے دفتروں کے کتنے چکر لگانے پڑتے ہیں۔ ذلت اور خواری کے بعد یہ پانچ ہزار روپیہ کئی لوگوں کو ملتا ہے اور کئی لوگوں کو نہیں ملتا اور جن کو ملتا ہے ان کو بھی سفارشوں کے تحت ملتا ہے۔ اس پانچ ہزار روپے کے لئے غریبوں کو بہت بڑی بڑی سفارشیں ڈھونڈنی پڑتی ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس پانچ ہزار روپے سے جس طرح کہ ہم مہنگائی کا رونا روتے ہیں، میں نہیں سمجھتی کہ کسی ایک بچی کے لئے جہیز کی کوئی ایک آئیٹم بھی لی جا سکتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ 25 ہزار روپے بھی ناکافی ہیں لیکن 25 ہزار روپے پھر بھی ایک ایسی رقم ہے کہ جس سے بہت زیادہ تو نہیں ایک دو اشیاء تو خریدی جا سکیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ حکومت کو اس کو oppose کرنے کی بجائے اس پر ہمدردانہ غور کرنا چاہئے اور اس جہیز فنڈ کو زیادہ سے زیادہ کرنے کے لئے انتظامات کرنے چاہئیں۔ شکریہ

محترمہ عابدہ جاوید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

محترمہ عابدہ جاوید: شکریہ جناب چیئرمین! میں پہلے بھی ہمیشہ ہی یہ کہا کرتی ہوں اور اب بھی یہی کہہ رہی ہوں کہ پاکستان کے ساتھ وفاداری کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں آپ کو یہ بتاؤں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ساتھ وفاداری کریں۔ میں اس میں آپ لوگوں کی باتوں سے نہیں بھاگوں گی کیونکہ میرے اوپر میرے رب کی رحمتیں ہیں اور میں اپنے رب سے ڈرتی ہوں اور مجھے کبھی کسی کا خوف نہیں آیا اور میں اس کے آگے جھکتی ہوں لیکن آپ کو میں گریبانوں سے پکڑتی ہوں۔ (اللہ اکبر کا نعرہ)

اس لئے کہ پاکستان بڑی قربانیوں کے بعد حاصل کیا گیا۔ اس کی بنیادوں میں قربانیاں ہیں، اس میں خون ہے، اس کے ساتھ آپ بے وفائی نہ کریں۔ میں سسٹم کی بات کر رہی ہوں اور تمام اداروں کی

بات کر رہی ہوں۔ اس کے لئے آپ کا خلوص ہونا چاہئے، دیانت داری ہونی چاہئے، مشاورت ہونی چاہئے، نیک نیتی ہونی چاہئے اور سب مل جل کر پاکستان کے استحکام اس کی بقاء اور اس کی سلامتی کے لئے نیک نیتی سے کام کریں۔ آپ ان اداروں پر ایسے کریکٹرز کو لے کر آئیں جو اپنے رب کو جواب دہ ہوں اور اس معاشرے کو بھی۔ شکریہ

جناب چیئرمین: ڈاکٹر سید وسیم اختر!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک لحاظ سے تو یہ مثبت قرارداد ہے کیونکہ موجودہ rate of inflation کے مطابق 10 ہزار روپے بہت ناکافی ہیں اور میں جس پہلو کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں کہ ہم فیلڈ کے اندر ہیں اور آپ بھی فیلڈ کے اندر ہیں اور آپ کو بھی معلوم ہے اور ہمیں بھی معلوم ہے کہ کتنے غریب لوگ ہمیں اس کام کے لئے approach کرتے ہیں کہ ہماری بچیوں کے جہیز کے لئے کچھ کروائیں اور اگر ایک کمیٹی کے پاس 50 درخواستیں آتی ہیں تو بمشکل اس کے پاس تین یا چار یا پانچ بچیوں کے لئے جہیز فنڈ موجود ہوتا ہے، وہ انہیں دے دیتے ہیں اور باقی 45/46 بچیاں کس طرح اپنے اس معاملے کو حل کر سکتی ہیں اس لئے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ trend ڈال رہے ہیں یہ بالکل ٹھیک نہیں ہے اور اس حوالے سے پہلے بھی قانون سازی ہوئی یہ جو wasteful expenses کے حوالے سے آپ کو یہ قانون سازی کرنی چاہئے کہ جہیز کے سلسلے کو بالکل ختم کیا جائے اور اگر یہ ختم نہیں کر سکتے تو صد فیصد applicants کو verification کے بعد دیں۔ اتنا فنڈ آپ کے پاس ہوگا نہیں، اتنے فنانسز آپ کے پاس نہیں ہوں گے اس لئے یہ جو سلسلہ ہے کہ 40 فیصد سے زائد پاپولیشن خط غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے وہ تو پانچ ہزار بھی afford نہیں کرتی اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس سلسلے کی حوصلہ شکنی کی جائے اور یہ قانون سازی کی جائے کہ شادی یا نکاح کے موقع پر کوئی جہیز کا لین دین نہیں ہوگا اس کو ensure کیا جائے۔ یہ غریبوں کی خدمت ہوگی۔ یہ خدمت نہیں ہوگی کہ آپ اس کو بڑھاتے چلے جائیں اور اس حوالے سے کبھی کوئی limit نہیں آئے گی اور ابھی یہ انہوں نے 25 ہزار روپے suggest کیا ہے تو آپ دیکھیں کہ جو صورتحال بن رہی ہے اس کے مطابق تو 50 ہزار روپے بھی کر دیں گے تو پھر بھی بات نہیں بنے گی اور پھر یہ 25 ہزار روپے سے بھی گزارا نہیں ہوتا اس لئے میری گزارش یہ ہے کہ اس trend کو ختم کیا جائے اور اس میں صحیح قانون سازی کر کے جہیز کی اس لعنت کو ختم کیا جائے یہی غریبوں کی خدمت ہے۔ شکریہ

جناب چیئر مین: جی، محترمہ فرزانہ راجہ!

محترمہ فرزانہ راجہ: شکریہ۔ جناب چیئر مین! میں عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ کی قرارداد کی مکمل سپورٹ کرتی ہوں یہ حقیقت ہے کہ آج کل کے اس مہنگائی کے دور میں پانچ ہزار روپے سے کچھ نہیں بنتا اور انہوں نے اپنی طرف سے ایک تجویز دی ہے کہ وہ 25 ہزار روپے ہونا چاہئے اس کی full support ہے لیکن جیسے کہا جا رہا ہے کہ جو قوانین پہلے ہی بن چکے ہیں، جس میں چاہے وہ شادیوں کے کھانوں کے قوانین ہوں یا وہ جہیز کی لعنت کو ختم کرنے والے قوانین ہوں، بنائے بہت سے جاتے ہیں لیکن اس پر implementation کا بہت بڑا مسئلہ ہے کہ اس پر نفاذ یا اس پر عمل کروانا، یہ عمل کیسے ہوگا؟ جب قانون بنتا ہے تو وہ سب کے لئے برابر ہے؟ صاحب حیثیت سے لے کر جو استطاعت نہیں رکھتا وہ بھی اس میں شامل ہے لیکن جو صاحب حیثیت لوگ ہیں وہ دو، دو ہزار لوگوں کا منگنی کے فنکشن پر کھانا کرتے ہیں اور جناب! میریٹس ہوٹل، پی۔ سی ہوٹل، آواری میں بڑے بڑے فنکشن ہوتے ہیں جس کو کہا جاتا ہے کہ میوزیکل ایوننگ رکھی گئی ہے شادی کے بعد اور اس میوزیکل ایوننگ میں اڑھائی ہزار بندہ invited ہے اور سنگرز بھی موجود ہیں اور طرح طرح کے lavish کھانے وہاں پر ہیں یہ نہیں کہ وہ کھانا تو دیا جا رہا ہے شادی کا لیکن وہ کان ادھر سے پکڑا جائے یا دوسری طرف سے پکڑا جائے situation یہ ہے۔ اس میں implementation---

جناب چیئر مین: محترمہ! ان کو کون روک سکتا ہے کہ---

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب چیئر مین! یہ Writ of Government ہے یہیں سے دیکھا جاتا ہے کہ جب ڈی۔ سی۔ او اس شادی اور اس کھانے میں موجود ہوگا، جب اس کھانے میں ڈی۔ پی۔ او موجود ہوگا، جب اس کھانے میں وزیر موجود ہوں گے اور جب اس کھانے میں سب بڑے لوگ جنہوں نے یہ نفاذ کرنا ہے، ججز شریک ہوں گے تو پھر اس قانون کا کون محافظ ہوگا اور اس پر عملدرآمد کون کروائے گا؟ اس کے لئے بہت ضروری ہے کہ یہ سلسلہ اوپر سے شروع کیا جائے کیونکہ اگر ایک گاؤں میں ایک آدمی پچاس لوگوں کا کھانا کر دیتا ہے تو اس کے ناظم یا اس علاقے کا SHO اس کے خلاف پرچہ کاٹ کر ڈیڑھ دو لاکھ روپے کا fine کر دیتا ہے لیکن جب اڑھائی ہزار کی میوزیکل ایوننگ رکھنے والا سب کو invite کرتا ہے اور وہاں پر سارے موجود ہوتے ہیں تو اس کے خلاف پرچہ کاٹنے والا کوئی نہیں ہوتا اس کے لئے ایک سسٹم ایسا بنایا جائے کہ اس معاشرے کو درست کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ میں عابدہ جاوید صاحبہ کی بات کو بہت آگے بڑھا رہی ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، وزیر بیت المال!

وزیر بیت المال: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں اس میں وضاحت کرتا چلوں کہ پنجاب بیت المال کونسل کی فنانس کمیٹی نے 29-11-2004 کو جہیز فنڈ کی رقم 5ہزار روپے سے بڑھا کر 10ہزار روپے کر دی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ہماری کمیٹیوں میں جنہیں فنڈز allocate کئے جاتے ہیں پہلے ان فنڈز کی ratio جو کہ پہلے 6 فیصد تھی اب اس کو بڑھا کر 12 فیصد کیا ہے کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں نادار، بے سہارا، یتیم بچیاں وسائل کی کمی کی وجہ سے جن کے ہاتھ پیلے نہیں ہوتے، موجودہ حکومت کی یہ ڈیوٹی ہے کہ ان کو زیادہ سے زیادہ facilitate کرے تو اس سلسلے میں ہم نے اس کو 6 فیصد سے بڑھا کر 12 فیصد کیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم کوشش کریں گے کہ اسے مزید بڑھایا جائے اور جس طرح ڈاکٹر وسیم صاحب نے کہا ہے کہ اس کو discourage بھی کرنا چاہئے تو میں یہاں یہ گزارش کرتا چلوں کہ آج کے مہنگائی کے دور میں واقعی یہ رقم کم ہے اور اس چیز پر ہم نے قانون سازی بھی کی ہے کہ اس کو discourage کیا جائے تو جہیز کو discourage کرنے کے ساتھ ساتھ بہت سارے اور ایسے اخراجات ہوتے ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: جہیز کے اخراجات کے علاوہ چائے پلانا ہے اور مہمانوں کی تواضع وغیرہ ہے تو اس کا نام تبدیل کر دیں اور ان کی مالی امداد کریں۔ یہ جہیز فنڈ نہیں ہونا چاہئے۔

وزیر بیت المال: ٹھیک ہے۔ ہم نے پانچ سے دس ہزار روپے کر دیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کو اور بھی بڑھا دیں گے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، محترمہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: شکریہ۔ جناب چیئرمین! ڈاکٹر وسیم صاحب نے جیسے کہا ہے کہ ہمیں اس کی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے، بالکل میں اس کو مانتی ہوں کہ اس کو discourage کرنا چاہئے لیکن یہ اوپر سے کرنا چاہئے۔ آج تک کتنے امیر لوگوں کی بیٹیوں کے جہیز جاتے ہوئے ضبط کئے گئے ہیں، کتنے لوگوں کے جہیز پکڑے گئے ہیں۔ ایسی لڑکیاں جن کی جہیز کی وجہ سے شادیاں نہیں ہو پاتیں کیا وہ بہتر ہیں یا یہ بہتر ہیں کہ ہم انتظار کریں کہ کب امیر بیٹیوں کو جہیز دینا بند کریں تو غریب کی بیٹی کی باری آئے گی اور جہاں تک یہ بات ہے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی بیٹی حضرت فاطمہ

الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی استطاعت کے مطابق جہیز دیا تھا یعنی یہ ٹھیک ہے کہ جس طرح سے جہیز شروع کر دیا گیا ہے تو اس کو discourage کرنا چاہئے لیکن میں categorically کہنا چاہتی ہوں کہ بیٹی کا اپنے باپ کے گھر سے اس کی استطاعت کے مطابق لے کر جانا کہیں بھی غیر شرعی نہیں ہے اور اس کی مخالفت کرنا میں سمجھتی ہوں کہ وہ غیر شرعی ہے کیونکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کام کر چکے ہیں اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جہیز دے چکے ہیں تو اس کی مخالفت کرنے والوں کا وہ غیر شرعی کام ہے۔

جناب چیئر مین: جی، طاہرہ منیر صاحبہ!

محترمہ طاہرہ منیر: شکریہ۔ جناب چیئر مین! اسلام میں جہیز کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یہ ایک ہندوانہ رسم ہے اور اس کو آہستہ آہستہ ختم کر دینا چاہئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو سامان دیا گیا تھا ہم نے اس کا نام جہیز ڈال لیا ہے، اصل میں وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زرہ بیچ کر اسی سے یہ سارا سامان خریدا گیا تھا۔ ایک گھر بسانے کے لئے چونکہ اسلام میں مرد کا کہا گیا ہے کہ وہ گھر بنائے اور اپنی بیوی کو سامان مہیا کرے تو بہر حال میں عظمیٰ بخاری صاحبہ کی بات کی مخالف نہیں ہوں کہ غریبوں کو کچھ نہ دیا جائے، غریبوں نے جو کھانا کھلانا ہوتا ہے اس نام پر اس رقم کو بے شک پچاس ہزار روپے کر دیا جائے کیونکہ آج کل ان پیسوں سے بھی کچھ نہیں بنتا لیکن آہستہ آہستہ جو جہیز نام ہے اس پر قانون سازی ہونی چاہئے کہ جہیز ایک غیر اسلامی رسم ہے یہ ایک ہندوانہ رسم ہے اور ہمارے ہاں یہ بڑھتی ہی جارہی ہے اس کو ختم کرنے اور آہستہ آہستہ کم کرنے کی ضرورت ہے۔ شکریہ

جناب چیئر مین: عظمیٰ بخاری صاحبہ! پھر آپ یہ تحریک واپس لے لیں کہ جہیز کا نام بدل کر۔۔۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: نہیں، جناب چیئر مین! حکومت کے کاغذوں میں اس کا نام جہیز فنڈ موجود ہے۔

جناب چیئر مین: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ جہیز فنڈ کی رقم۔۔۔۔۔

وزیر بیت المال: جناب چیئر مین! ہم نے اس کی assurance دے دی ہے کہ اس کو ڈبل کر دیا ہے

اورانشاء اللہ تعالیٰ اور بھی بڑھادیں گے وہ تو ہم نے accept کر لی ہے۔

جناب چیئر مین: ٹھیک ہے، پھر اس کو withdraw کر لیں۔ جی، شیخ علاؤالدین صاحب! آپ کوئی بات کرنا چاہتے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب چیئر مین! جیکس کے بارے میں میری جو قرارداد ہے اس پر کل آپ بھی وہاں موجود تھے، گورنمنٹ نے ایک میٹنگ کی ہے اور فیڈرل گورنمنٹ کو ایک لیٹر لکھا ہے لیکن میری یہاں اس ایوان کے سامنے ایک استدعا ہے کہ جو public interest کے بہت اہم معاملات ہوتے ہیں ان کا یہاں واقعی فیصلہ ہو جانا چاہئے لیکن اگر ہماری پنجاب حکومت نے یہ لیٹر لکھ دیا ہے تو میری آپ سے استدعا ہے کہ اس کا کوئی time limit کر لیں کیونکہ business community میں daily کہا جارہا ہے کہ یہ انتہائی زیادتی ہے اس کے ساتھ ساتھ میں یہ کہتا ہوں کہ یہاں بہت سی باتیں ایسی discuss ہوتی ہیں۔۔۔

جناب چیئر مین: شیخ صاحب! اگلے اجلاس میں یہ نہیں آئے گی تو آپ دوبارہ لے آئیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب چیئر مین! پھر آپ اس کو pending کریں اور میں دوسری یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔۔۔

جناب چیئر مین: pending ہو یا نہ ہو آپ لے آئیں ہم accept کریں گے میری بات سنیں، جو بھی ہو گی آپ کو ٹائم دیا جائے گا ہم اس کو accept کریں گے، آپ سے وعدہ کیا ہوا ہے۔ شیخ صاحب! آپ کی جو بات ہے آپ ایوان میں موجود ہیں سب سن رہے ہیں، پریس گیلری سن رہی ہے اگر آپ کو مرکز accept نہیں کرے گا۔۔۔

شیخ علاؤالدین: جناب چیئر مین! وہ قرارداد مسترد کر دی گئی ہے حالانکہ وہ pending تھی۔۔۔

جناب چیئر مین: وہ pending ہے۔

شیخ علاؤالدین: اب فنانس منسٹر صاحب یہاں تشریف فرما ہیں وہ کہہ دیں کہ ہم فیڈرل گورنمنٹ سے اتنی دیر میں جواب لیتے ہیں اور اس کے علاوہ میں ایک اور بات آپ کی توجہ کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں یہاں اتنی باتیں ہوتی ہیں Monopoly Controlling Authority جو فیڈرل گورنمنٹ کی

ہے وہ پنجاب کے لئے کیا کر رہی ہے، سیمنٹ کی قیمتیں کہاں سے کہاں چلی گئی ہیں یہ بھی تو فنانس کا تعلق ہے۔ بات یہ ہے کہ public interest میں چھوٹی چھوٹی باتیں آتی ہیں۔۔۔۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! یہ عوام کا مسئلہ ہے ہم آپ کے ساتھ ہیں انشاء اللہ تعالیٰ یہ قرارداد منظور ہو گی، اگلے سیشن میں آجائے گی تو کر دیں گے آپ سے یہ وعدہ ہے۔ جناب سمیع اللہ خان اپنی قرارداد پڑھیں گے۔

غیر ترقی یافتہ علاقوں میں بنکوں کے قرضہ جات کے لئے اقدامات

جناب سمیع اللہ خان: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت کو اس امر کی سفارش کرے کہ تمام قومی بنک صوبہ پنجاب کے تمام بڑے شہروں کے غیر ترقی یافتہ علاقوں جن کو بنکوں کی اصطلاح میں Negative Area کہا جاتا ہے میں قرضہ کی مختلف سکیموں کے بارے میں سہولت دینے کے لئے ضروری اقدامات کئے جائیں۔"

جناب چیئرمین! میری اس میں ترمیم بھی ہے۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

میری طرف سے پیش کی جانے والی قرارداد میں درج ذیل ترامیم کی جائیں۔

1۔ سطر نمبر 3 میں وارد ہونے والے لفظ "میں" کے بعد حسب ذیل الفاظ ایزاد کئے جائیں:۔

"صرف Commercial اور Consideration risk profile کی بنیاد پر"

2۔ قرارداد کے آخر میں درج ذیل الفاظ ایزاد کئے جائیں:۔

"اور کسی سے کوئی امتیازی سلوک نہ کیا جائے۔"

جناب چیئرمین: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت کو اس امر کی سفارش کرے کہ تمام قومی بنک صوبہ پنجاب کے تمام بڑے شہروں کے غیر ترقی یافتہ علاقوں

جن کو بنکوں کی اصطلاح میں Negative Area کہا جاتا ہے میں قرضہ کی مختلف سکیموں کے بارے میں سہولت دینے کے لئے ضروری اقدامات کئے جائیں۔"

میری اس میں ترمیم بھی آئی ہوئی ہے کہ:

میری طرف سے پیش کی جانے والی قرارداد میں درج ذیل ترامیم کی جائیں۔

1۔ سطر نمبر 3 میں وارد ہونے والے لفظ "میں" کے بعد حسب ذیل الفاظ ایزاد کئے جائیں:۔

"صرف Commercial اور Consideration risk profile کی بنیاد پر"

2۔ قرارداد کے آخر میں درج ذیل الفاظ ایزاد کئے جائیں:۔

"اور کسی سے کوئی امتیازی سلوک نہ کیا جائے "

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت کو اس امر کی سفارش کرے کہ تمام قومی بنک صوبہ پنجاب کے تمام بڑے شہروں کے غیر ترقی یافتہ علاقوں جن کو بنکوں کی اصطلاح میں Negative Area کہا جاتا ہے میں قرضہ کی مختلف سکیموں کے بارے میں سہولت دینے کے لئے ضروری اقدامات کئے جائیں۔"

میری اس میں ترمیم بھی آئی ہوئی ہے کہ:

میری طرف سے پیش کی جانے والی قرارداد میں درج ذیل ترامیم کی جائیں۔

1۔ سطر نمبر 3 میں وارد ہونے والے لفظ "میں" کے بعد حسب ذیل الفاظ ایزاد کئے جائیں:۔

"صرف Commercial اور Consideration risk profile کی بنیاد پر"

2۔ قرارداد کے آخر میں درج ذیل الفاظ ایزاد کئے جائیں:۔

"اور کسی سے کوئی امتیازی سلوک نہ کیا جائے "

(تحریک متفقہ طور پر منظور ہوئی)

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب چیئرمین! جو قرارداد پیش ہوئی ہے میں اس کو oppose کرتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ۔۔۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! آپ نے اس وقت تو oppose کیا نہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب چیئرمین! آپ نے پوچھا کب ہے؟

جناب چیئرمین: نہیں، ڈاکٹر صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب چیئرمین! میں اس میں شامل کروانا چاہتا ہوں کہ اس میں "غیر سودی" کا لفظ add کر دیں یہ جو غریبوں کو قرضے دیتے ہیں وہ سود کے نظام کے تحت ان کو نچوڑتے ہیں اس لئے اس میں "غیر سودی" کا لفظ add کر دیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: نہیں، اب ترمیم نہیں ہو سکتی، اب پڑھ دی گئی ہے۔ میرے خیال میں فیصلہ "ہاں" والوں کے حق میں ہے۔ تحریک متفقہ طور پر منظور ہو چکی ہے۔

اب اجلاس کا وقت ختم ہوتا ہے اور اجلاس کل صبح دس بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔